العشق نارٌ یحرقُ ما سوی اللہ

الحمد للہ والمنۃ کہ درین زمان فرخندہ آوان نسخہ صحیحہ کتاب

المسمّٰی بہ

دیوان ظفر

سنہ ۱۹۰۶ء

حسب فرمائش رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز تاجران کتب لاہور

در مطبع عام مفید واقع لاہور مطبوع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدور کس کو حمد خدائے جلیل کا
اسلئے بیزبان ہے وہ قال و قیل کا

پانی میں اُسنے راہبری کی کلیم کی
آتش میں وہ ہوا چمن آرا خلیل کا

اس کی مدد سے فوج ابابیل نے کیا
لشکر تباہ و کعبہ پہ اصحاب فیل کا

پیدا کیا وہ اس نے بشر عوج بن عنق
پل جسکی ساق پا سے بنا رود نیل کا

پھرتا ہے اُسکے حکم سے گردوں پہ رات دن
چلتا ہے یاں عمل کوئی جبر ثقیل کا

بلوایا اپنے دوست کو اُسنے وہاں جہاں
مقدور پر زدن نہوا جبرائیل کا

کیا پائے کنہ ذات کو اس کی کوئی ظفر
وہاں عقل کا نہ دخل نہ ہرگز دلیل کا

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفس یار آویگا
خاک دلداد سکی نہ ہوگا وہ سوار آویگا

اسلئے صید گہ عشق میں ہم صید رہے
کہ کبھی صید فگن بہر شکار آویگا

دیکھ اے دل تو نہ پی جام محبت کی شراب
بیمزہ ہو ویگا جسوقت خمار آویگا

دم لبوں پر ہے مرا آج جو تجھے آنا ہے
مجھکو کیا گرچہ پس از مرگ ہزار آویگا

تو جو آئینہ صفت غیر سے ہو جائیگا صاف
تیری جانب سے مرے دل میں غبار آویگا

یہ یہیں تک ہے گلہ گفتنا ہمیں کوئی ہے تمیز
گنتیاں بھول گئے جب نہ شمار آویگا

ایکا ایک ہی بار ایمین ل بنا ظفر

ہاں فرو سوز دل اک دم نہ ہوا پر نہ ہوا / اور گریہ سے بڑھا کم نہ ہوا پر نہ ہوا
سنکر احوال جگر سوز غریب عاشق کا / ہائے افسوس تجھے غم نہ ہوا پر نہ ہوا
کشتۂ ناز کے افسوس جنازہ پر ذرا / چشم پر آب تو اک دم نہ ہوا پر نہ ہوا
چارہ گر کی نہیں تقصیر بہت کی تدبیر / کارگر زخم پہ مرہم نہ ہوا پر نہ ہوا
سنکے نالوں کو مرے ہو گئے پتھر پانی / سرنگاں بھی ترا خم نہ ہوا پر نہ ہوا
مثل نے آگیا دم ناک میں اپنا لیکن / یار اپنا کبھی ہمدم نہ ہوا پر نہ ہوا
میری جانب سے پڑی گرہ دلمیں تیرے / سست پیماں ترا محکم نہ ہوا پر نہ ہوا
ہوں وہ آزادہ کہ جوں سرو کسی کا جز / قد تعظیم میرا خم نہ ہوا پر نہ ہوا
رات ہمسایوں نے اوٹھ اوٹھ کے دعائیں مانگیں / شور نالہ میرا مدھم نہ ہوا پر نہ ہوا
جنکی صانع قدرت نے دیئے پر لا سا / کسی مخلوق پہ عالم نہ ہوا پر نہ ہوا
کھلکھلا کے ہنسے گلشن میں ہزاروں غنچے / دل ہمارا خوش و خرم نہ ہوا پر نہ ہوا

اے ظفر دیکھئے عقبے میں ہو کیا حال اپنا
چین دنیا میں تو اک دم نہ ہوا پر نہ ہوا

آیا نہ اگر نامہ و پیغام کسی کا / آخر ہے کوئی روز میں یہاں کام کسی کا
دیں جان تو ہم غیر کو دو بوسہ ستم ہے / لیجائے کوئی اور ہوا نام کسی کا
اوس چشم کی گردش سے ہو دل کیونکہ نہ برباد / گھر چھوٹ رہے ہے گردش ایام کسی کا
وہ کرتے ہیں آرام سدا غیر کے گھر میں / کیا کام وہاں نہیں چاہئے ہو آرام کسی کا
شب ماہ کدہ تک کے گرد و نیہ نہ نکلا / چہرہ جو پڑا دیکھا لب بام کسی کا
ساقی نکھلا بھید کہ اوندھا ہے فلک کیوں / مدت سے اوندھا ہوا ہے جام کسی کا

جو ہے وہ مگر نام سے ہے عشق میں آگاہ
بدنام ظفر ہو نہ غرض نام کسی کا

ہم نے دنیا میں آکے کیا دیکھا / دیکھا جو کچھ خواب سا دیکھا
ہے تو انسان خاک کا پتلا / ایک پانی کا بلبلا دیکھا

اب نہ دیکھے ظفر کسی کو دل
کہ جسے دیکھا سو بیوفا دیکھا
[illegible] گردن جو مرا نہ [illegible]
کچھ مطلب دل یار کا معلوم کرا
صورت [illegible] ہے عجب اندکی
[illegible] کی ادا اور ہی جلوہ نظر
[illegible] فکر میں ہو راہ کے توشے کا [illegible]
اے غافلو دنیا ہے [illegible] سفر

باندھی تیری ہاتھوں نہیں جو کل غنچہ مہندی ۔ آنکھوں میں مرے دیکھ لہو اتر آیا

تو بیکار پڑا خاک کے بستر پہ وہ تا حشر ۔ آرام کی کشتہ کی کر جو ہستی میں مر آیا

کیا حرف زباں پر ترے آیا تھا الٰہی شمع ۔ گلگیر ترے سر پہ جو منھ کھو لگنے آیا

کیا جانی بنی قیس پہ کیا دشت جنوں میں ۔ جو خاک بسر آج بگولہ نظر آیا

اک ہم ہی نہیں جنکے غم ہے جہاں میں ۔ جو آیا جہاں میں ہے سو دہ لیے خبر آیا

میں شرم سے عصیاں کے ہوا سر بگریباں
جس وقت خیال آہ ادھر کا ظفر آیا

چشم میں دنبالہ دیکھا اس بت گمراہ کا ۔ مست آہو سینہ میں کیا تیر لیے ہے کاہ کا

کونسی مہوش کی دعوت ہے فرشتو عید ہے دوہم ۔ دیکھکر مینا فلک کا اور ساغر ماہ کا

خال کا جلتا نہ سمجھو اس زنخداں کے قریب ۔ آگیا ہے ہاتھ زنگی کے کنارہ چاہ کا

کہاں اسکا خط نہیں یہ صاف آتا ہے نظر ۔ عکس فانوس فلک میں ہے مرے شمع آہ کا

منزل الفت میں غم کو میں چلا ایکیلا ہو کر ۔ مجھکو ہے اسکا سہارا ہے یہ توشہ راہ کا

اسکے دنداں پر نہیں تحسیں کسی کی دیکھنا ۔ بے تکلم کیا جا بجا لکھا ہے نام اللہ کا

رتبہ عالی سے اس کی آسمان بھی پست ہے
اے ظفر جو خاک پا ہے فخر عالی جاہ کا

خوشی خوشی سے ہے جو خط نامہ بر لئے آتا ۔ یہ کچھ نہ کچھ ہے خوشی کی خبر لیے آتا

ممانعت نہ کرتی خدا سے ڈر ظالم ۔ ہمیں ہی شوق ترا تیرے گھر لیے آتا

قدم رکھے ہے وہی عاشقی کے میداں میں ۔ کہ جو ہتھیلی پہ ہے اپنا سر لیے آتا

جب اشک آتا ہے مژگاں تلک مرے دل سے ۔ تو ساتھ اپنے لخت جگر لیے آتا

ہزار آپ کو وہ کھینچتے ہیں پر ان کو ۔ مرا ہی جذبۂ دل کھینچکر لیے آتا

بچے کب اس بت صیاد زلف سے طائر دل ۔ کہ دام تربت کو ہے عرش پہ لئے آتا

کہاں وہ جائیں کہ میری نظر سے ہو غائب ۔ تصور انکو ہے زیر نظر لیے آتا

جو آنکھ ہے تیرے مژگاں کا ذکر چھڑتا ہے ۔ ہے سے لئے ہر اک ایک نشتر لئے آتا

خاک ہو کر بھی بگولے کی طرح چین نہیں — حال ابتر ہے یہ کچھ تیرے ہواخواہ کا
حج اکبر ہو جسے کعبہ دل سے حاصل — ہو خیال اس کو بھلا کسلئے درگاہ کا
جائیگا جبکہ تہ خاک دل سوختہ جاں — گرم ہو جاویگا پانی وہیں سب چاہ کا

اے ظفر دل سے ہوں میں خاک در فخر الدین
معتقد میں نہ گدا کا ہوں نہ شاہ کا

کیا وصف جبیں میں کہوں اس ماہ جبیں کا — اک تختہ بلور ہے وہ فردوس بریں کا
یا صبح ہے یا آئینہ یا ہے ید بیضا — یا صفحۂ رخسار کسی شوخ جبیں کا
یا مشتری و زہرہ ہے یا مہر درخشاں — یا جلوہ پر نور ہے یا ماہ جبیں کا
یا تختۂ حورین ہے کہ ہے لوح سیمیں — یا صفحہ سادہ کسی انمول نگیں کا

کیا زور زمین شعر ہے یہ تو نے نکالے
ہے وصف ظفر اسمیں بیاں اُسکے جبیں کا

۵

نہیں دیکھے بہت رستا نا کسی کا — کڑھانا کسی کا کڑھانا کسی کا
عزیزو میرے آگے جز ذکر دلبر — نہ لانا کسی کا نہ لانا کسی کا
مجھے یاد آتا ہے ہنس ہنس کے یارو — رولانا کسی کا رولانا کسی کا
کبھو تو سنا کر ذرا گوش دل سے — فسانہ کسی کا فسانہ کسی کا
مجھے یاد کر کر کے آنسو بہانا — بہانا کسی کا بہانا کسی کا
نہ سمجھا تو ناصح کہ مدت سے میں ہوں — دوانہ کسی کا دوانہ کسی کا
نہ ہو دیگا دل تیر مژگاں بن اسکے — نشانہ کسی کا نشانہ کسی کا
نہ تانا کرو میری جانب سے اب تم — لگانا کسی کا لگانا کسی کا

قوافی بدل کر ظفر پڑھ غزل تو
رہے تا نہ آگے ٹھکانا کسی کا

دیگر

غم دل کس سے کہوں کوئی بھی غمخوار نہیں
اور اگر پوچھے کوئی قابل اظہار نہیں

زلف کے پیچ سے چھٹ سکتا نہیں کوئی دل
کون سا دل ہے کہ جو اُس میں گرفتار نہیں

سیکڑوں ہیں جگر افگار ہزاروں دل ریش
پاس تیرے کوئی خنجر کوئی تلوار نہیں

کیا تیری چشم سیہ مست کی کیفیت ہے
جس کو اب دیکھو وہ بیہوش ہے ہوشیار نہیں

مر مٹے خاک در یار پہ عشاق ظفر

غم فرقت کے سوا
چپکا رہنا ہے بھلا
اور یہ پیچ بہ پیچ
ہے عجب دام بلا
تیرے ہاتھوں لیکن
ہاں مگر ناز و ادا
کہ جہان ہے بدمست
اسے بت ہوش ربا
کہ جو ہونا ہو سو ہو

رات بھر مجھکو غم یار نے سونے نہ دیا
شمع کی طرح مجھے رات کٹی سولی پہ
یہ کراہا تیرا بیمار الم درد کے ساتھ
ایدل آزار تو سو یا کیا آرام سے رات
میں وہ مجنوں ہوں کہ زنداں میں نگہبانوں کو
سوئے ان میں کیا کہ مرے پاؤں کو بھی نیند آئیں

صبح کو خوف شب تار نے سونے نہ دیا
چین سے یاد قد یار نے سونے نہ دیا
کسی ہمسایہ کو بیمار نے سونے نہ دیا
مجھے پل بھر بھی دل زار نے سونے نہ دیا
میرے زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا
آرزو سے خلش خار نے سونے نہ دیا

یاس و غم رنج و تعب سے کہ ہوئی دشمن جان
اے ظفر شب کا نہیں دو چار نے سونے نہ دیا

میری آنکھ بند تھی جب تلک وہ نظر میں
کھلی آنکھ تو نہ خبر رہی کہ وہ خواب تھا
دم بسمل اے بت عشوہ گر خوشی عید کی سی
خم تیغ تیرا جو سامنے نظر آیا مثل
کہو اس تصور یار کو کہوں کیوں نہ
کبھی تو دشت فراق میں مجھے رہنمائے

نور جمال تھا۔
کہ خیال تھا
ہوئی مجھے۔
ہلال تھا۔
حضرت خجستہ پے
وصال تھا

6

[illegible] دل میں تھا کہ کہونگا جو یہ
[illegible] دل پہ رنج و ملال تھا۔
جب آگیا میرے سامنے تو نہ رنج
تھا۔ نہ ملال تھا
[illegible] ہے بیوفا وہ سمجھے پر جفا وہاں
[illegible] کیا وفا کہاں
[illegible] نظارا شاد و ہم دجمال تھا جمال الم
[illegible] ال تھا۔

[illegible] رو میرے تیری صدا انشعوں
[illegible] ب۔
جب بہ [illegible] کمال تھا یہی جو بتا
اضطراب [illegible]
[illegible] ال تھا۔
[illegible] کہ جیب کی جو جست کی تو
[illegible] کہ زنخی بنفس تھا
[illegible] بخودی کی تھی
[illegible] مال تھا

نہیں عشق اُسکا تو ایسے ہمیں کہ قرار و شکیب ذرا نہ رہا
غم عشق تو اپنا رفیق رہا کوئی اور بلا سے رہا نہ رہا

مطلع ثانی

دیا اپنی خودی کو جو ہم نے اٹھا وہ جو پردہ سا بیچ میں تھا نہ رہا
رہے پردہ میں اب نہ وہ پردہ نشیں کوئی دوسرا اسکے سوا نہ رہا

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

ترے زلف و رخ کے خیال میں کون سے دن اٹھے مجھے فتنہ و روز جزا
تیری زلف کے دھیان میں کونسی شب میرے سر پہ ہجوم بلا نہ رہا

ہمیں ساغر بادہ کے دینے میں کرے دیر جو ساقی تو ہے غضب
کہ یہ عہد نشاط یہ دور طرب نہ رہیگا جہاں میں سدا نہ رہا

کئی روز میں آج وہ مہ لقا ہو میرے جو سامنے جلوہ نما
مجھے صبر و قرار ذرا نہ رہا اُسے پاس حجاب و حیا نہ رہا

تیرے خنجر و تیغ کی آب رواں ہوئے جبکہ سبیل ستمزدگاں
گئے کتنے ہی قافلہ خشک زباں کوئی تشنہ آب بقا نہ رہا

مجھے صاف بتائے نگار اگر تو یہ پوچھو نہیں رنگ سے خون جگر
ملے پاؤں سے کسکی ہیں دیدہ تر کف پہ جو رنگ حنا نہ رہا

اسے چاہا تھا میں نے کہ روک رکھوں میری جان بھی جائے تو جانے دوں
کیا لاکھ فریب کروڑ فسوں نہ رہا نہ رہا نہ رہا نہ رہا

لگے یوں تو ہزاروں ہی تیرے ستم کہ تڑپتے رہے پڑے خاک پہ ہم
وہ لے ناز و کرشمہ کی تیغ دو دم لگی ایسی کہ تسمہ لگا نہ رہا

ظفر آدمی اس کو نہ جانئے گا وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

کہوں کیا رنگ اس گل کا آہا ہا ہا آہا ہا ہا
نمک چھڑکے ہے وہ کس کس مزے سے دل کے زخموں پر
خدا جانے حلاوت کیا تھی آب تیغ قاتل میں
شرار و برق میں کیا فرق ہے سمجھو لب کو دونوں میں
بلا گردان میں ساقی کا کہ جام عشق سے مجھکو
میری صورت پرستی حق پرستی ہے کہوں میں کیا

ہوا رنگین چمن سارا آہا ہا ہا آہا ہا ہا -
مزے لیتا ہوں میں کیا کیا آہا ہا ہا آہا ہا ہا
لب ہر زخم ہے گویا آہا ہا ہا آہا ہا ہا
ہے اک شعلہ بھبوکا سا آہا آہا آہا ہا ہا
دیا گھونٹ اوسنے اک ایسا آہا ہا ہا آہا ہا ہا
کہ اس صورت میں ہے کیا کیا آہا ہا ہا آہا ہا ہا

ظفر عالم کہوں کیا میں طبیعت کی روانی کا
کہ ہے اڈا ہوا دریا آہا ہا ہا آہا ہا ہا -

ہم نے شدیز قلم کو اپنے جب جولاں کیا
جوں شرار سنگ ہمکو عشق کی گرمی نے آہ
دیکھ غافل صانع قدرت کی تو صانع گری
بار عصیاں لے چلے دنیا سے رکھکر سر پہ ہم
وصف کس کے عارض روشن کا لکھا جائیگا
ملگئی ہیں خاک میں کیا جانے کیا صورتیں

ملک معنے کا قلم و یک قلم میدان کیا
دفعتہً پیدا کیا پھر دفعتہً پنہان کیا
ایک مشت خاک کو کیا صورت انسان کیا
کیا کہیں اپنے سفر کا ہمنے کیا سامان کیا
صفحہ اپنا چرخ نے جو شب کو یوں افشان کیا
چشم نقش پا کو جنکے حسن نے حیران کیا

اپنی غفلت پر ظفر جاے تاسف ہے کہ ہا
ہم نے سب کچھ جانکر جو آپ کو نادان کیا

یا مجھے افسر شاہانہ بنایا ہوتا
اپنا دیوانہ بنایا مجھے ہوتا تو نے
خاکساری کے لئے گرچہ بنایا تھا مجھے
تشنۂ عشق کا گر ظرف دیا تھا مجھ کو
دل صد چاک بنایا تو بلا سے لیکن
صوفیوں کی جو نہ تھا لائق صحبت تو مجھے
تھا جلانا ہی اگر دوریٔ ساقی سے مجھے

یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا
کیوں خردمند بنایا نہ بنایا ہوتا
کاش خاک در جانانہ بنایا ہوتا
عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا
زلف مشکیں کا ترے شانہ بنایا ہوتا
قابل جلسۂ رندانہ بنایا ہوتا
تو چراغ رہ میخانہ بنایا ہوتا

شعلۂ حسن چمن میں نہ دکھایا اوسنے
ورنہ بلبل کو بھی پروانہ بنایا ہوتا
روز معمورۂ دنیا میں خرابی ہے ظفر
ایسی بستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

ودیگر

وہ پردے حجاب جب عمل میں آیا
صورت تھا پہ جو کبھی حجاب آیا
آئینہ خیال میں ہمیں الٹ گیا
اور جو وہ دیکھا نہ ہوا دلیں پیچ و تاب آیا

خیال کس کا سمایا ہے دیدہ و دل میں
نہ دن کو چین مجھے ہے نہ رات کو خواب آیا
تمہارے نقش کف پا کے بوسے لینے کو
زمین پہ سایہ کی مانند آفتاب آیا
وہ رخ صفا ہے کہ آئینہ روبرو جس کے
جب آیا ہے تو عرق میں ڈوب کر آب آیا
جب آیا ہم کو ترا سلسلۂ کا طرۂ مشکیں
زباں پہ سیکڑوں مضمون مشک ناب آیا

تیرا سخن ہے ظفر جو کہ سامنے تیرے
ہوئے خموش سخنور نہ کچھ جواب آیا

گور کنج فراغ ہے اپنا — داغ اپنا چراغ ہے اپنا
کون کنج خزن میں ہے دمساز — ایک دل سوز داغ ہے اپنا
اشک خونین ہیں بادۂ گلگوں — دیدہ پرخون اياغ ہے اپنا
وعدۂ وصل ہے جو اس گل سے — آج دل باغ باغ ہے اپنا
ڈھونڈتا ہے خدا کو تو زاہد — ہم کو قصد سراغ ہے اپنا
جیسے اس سرجبین کے عاشق ہیں — آسمان پہ دماغ ہے اپنا

اے ظفر کیجیے سیر وسعت دل
کہ یہی باغ و راغ ہے اپنا

دیگر

الفت کا ملا ہم کو مزا یار کسی کا — سچا کبھی ہوتا نہیں اقرار کسی کا
گر ہم ہیں گنہگار تو کر خاک کا پیوند — پردہ نہ اٹھا چرخ ستمگار کسی کا
جوں آئنہ اک حیرت دیدار ہے جس سے — رہتا ہے کھلا دیدہ بیدار کسی کا
رونیکا رہیگا یہی عالم تو پھر اک دن — گھر دے گا ڈبا دیدہ خوں بار کسی کا
شانہ سے نہ کیونکر کرے اب وہ طرہ — دل زلف بتاں میں ہے گرفتار کسی کا
تک یونہی ٹھہر برق صفت آنکھ لینا — پہلو میں تڑپتا ہے دل زار کسی کا

ہیتے کونین سے رکھ اپنے ظفر
محتاج ہو حیدر کرار کسی کا

دیگر

یوں تو جانا تمہیں منظور جہاں ہو جانا
پر جو آجانا ہو ادھر سے تو یہاں ہو جانا

آنسوؤں کا میرے آنکھوں سے رواں ہو جانا
اور مرا راز نہاں سب پہ عیاں ہو جانا
دیکھ کے ان میں ... معلوم
ہوا کہیں ... ہو جانا
... دشمن جان

... جانے سیکھا ہے
... ہو جانا
... ہم نے دل جان جہاں
... ہو جانا

عشق دمساز اگر ہو تو عجب کیا جوں نے
استخواں کا مرے لبریز فغاں ہو جانا

یوں تو پروانہ بھی جل جاتے ہے پر مشکل ہے
عشق میں میری طرح سوختہ جاں ہو جانا

دیکھتے جاؤ میری جان ہے کیوں کر جاتی
ابھی بالین سے مرے جاتی کہاں ہو جانا

روسیاہی سے فقط نام و نشان کی خواہش
ای نگین چاہیے بے نام نشاں ہو جانا

گھر سے عاشق کے نہ جاتا تھا خفا ہو کے تجھے
کر ترا جانا اور اس کو خفقان ہو جانا

ہم کو دکھلاتے ہے ہر لحظہ جمال جاناں
دل کا صاف اپنے ظفر آئینہ ساں ہو جانا

دیگر

لاغری سے حال اپنا کیا کہوں کیا ہو گیا	میں زمین پر نقش پائے مور گویا ہو گیا
جل گیا گل گا بجگر اس روئے آتشناک سے	قطرۂ شبنم نہیں ہے یہ پھپھولا ہو گیا
اپنے زخمی سے تڑپ کر تو جو بولا جنگ جو	ٹوٹے یوں زخم ٹانکے تانکی اک تڑاقا ہو گیا
جبکہ دریا میں پڑا ساقی کا عکس تاب رخ	ساغر خورشید اک حلقہ بھنور کا ہو گیا
آہ تھی میری کہ افعی ڈسکے کاٹا چرخ کو	زہر اسکا یہ چڑھا اسکو کہ نیلا ہو گیا
حسن جو تیرا دو چند آیا نظر تو شرم سے	ماہ کامل جوں مہ یکہفتہ آدھا ہو گیا
پشت لعل لب پہ جب نکلا زمرد فام خط	ساغر یاقوت پہ گویا کہ مینا ہو گیا
کھل گیا سارا جہاں گرد و نیلوان نہیں	چشم کی مانند جب پاؤں کا چھالا ہو گیا

ہے یہ وحشت بھی بلا موذی کہ مجھ کو ای ظفر
ہر قدم پر نیش گزدم خار صحرا ہو گیا

میرا تو حال ہوتا آپ کی نسبت ہیں
یوں ہی سا تھا
مجھے وہ نہیں ہے میری نسبت ہیں
یونہی تھا ۔ ابھی کر ناز ان
زیبق اشتقاق پہ
ہیں ہونے وہ
مر جب کا ونیک ہم سے ابھی شفقت
ہیں یوں ہی تھا

11

بڑے دوسرے منہ سے کہہ کر غیر دوں میں ہم
اچھا کیا ہم سے
ہمیں خاموش رہنا لازم اس صحبت
میں یوں ہی تھا
اور اے غالب
کیا طاقت ہم نے خوب بھی کچھ تو

که رہ تو آگیا اس وادی وحشت میں یوں ہی تھا

پذیرا عرض غیروں کی ہوئی اس طرح کیا باعث

گذارش کرتا بندہ بھی تو وہاں خدمت میں یونہی تھا

تم اچھے وقت آپہنچے وگرنہ ہم تو مر جاتے

ارادہ ہو چکا اپنا غم فرقت میں یوں ہی تھا

دل بیمار جب ہم نے کہا تھا کہ علاج اپنا

کہ آیا فرق کچھ تیری ابھی طاقت میں یونہی تھا

نہ تھی جائے گریز اسے دل اگر تجھ کو محبت میں

تو آیا تو ارے دیوانے اس آفت میں یوں ہی تھا

دکھا کر غیر کو صورت مجھے کیوں رشک سے مارا

کہ میں تو مر رہا دیدار کی حسرت میں یوں ہی تھا

ظفر تم دیکھتے ہو جس طرح آئینہ کو حیران

کل ان کو دیکھ کر میں بھی رہا حیرت میں یونہی تھا

دیگر

جام و سبو خم سے نہ پھر اک اس میں کا اک اس میں کا

قطرہ چکھا دے ساقی پر اک اس میں کا اک اس میں کا

جیسے چشم میں آنسو ہیں کب موتی صدف میں ایسے ہیں

دیکھو بچشم غور اگر اک اس میں کا اک اس میں کا

باغ جہاں میں جو ہیں دو تو شغل جفا و کرم

نام نیک و بد ہے ثمر اک اس میں کا اک اس میں کا

پایا جو سیپارہ قرآں ہم نے دل سے پارہ کو

آیا ورق جب پیش نظر اک اس میں کا اک اس میں کا

حال دل و احوال جگر کیا آہ بتادیں اپنا ہم

ہو غیر کے گھر میں روز جاتے
یہاں آتے ہو گاہ گاہ کیا خوب

اوروں کو اشارہ کیوں ہو کرتے
ہم پر نہیں اک نگاہ کیا خوب

مژگاں سے رہی ہے چشم بد دور
وہ رشک سینہ نگاہ کیا خوب

ہر صبح ہے سر برہنہ خورشید
پر زر ہے تری کلاہ کیا خوب

ظلمات کہوں میں یا شب تار
ہے زلف تیری سیاہ کیا خوب

کیا کیا نہ ستم دکھائے تو نے
اے عشق ستم پناہ کیا خوب

ق

دولاب نمط پھرا وہ ہر بند
کھینچے کب دل سے آہ کیا خوب

گا ہے نہ کہا ظفر کو لاؤ
ہیں دیکھیے تمہاری چاہ کیا خوب

شام شفق دکھاتی نہیں جان کیا سبب
ملک ہستی جو کھاتی نہیں پان کیا سبب

تصویر یار تو نہیں آنکھوں کے سامنے
رہتا ہوں شکل آئینہ حیران کیا سبب

شانے سے پوچھ اے دل صد چاک اسکی جد
برہم ہے چاک گل کا گریباں کیا سبب

کیا جانے کس کے عشق میں مجنوں ہوا ہے یہ
رہتا ہے چاک گل کا گریباں کیا سبب

یارب میں داغ کھا کے سراپا تمام شب
جلتا ہوں مثل سرو چراغاں کیا سبب

اے چشم یہ تو چشم نہ تھی تجھ سے مجھ کو تو
برپا کرے ہے نوح کا طوفاں کیا سبب

طفل سرشک تو تو میرا نور دیدہ ہے
مژگاں کا میر چھوڑے ہے داماں کیا سبب

چاہت سے تھا نہ دل تو کبھی آشنا مرا
پھر کیوں ہے غرق چاہ زنخداں کیا سبب

پہلو سے جا ظفر کے نہ اٹھ کر تو مری جان
کیوں بیٹھتا نہیں ہے تو آکر ان کیا سبب

ردیف تائے فوقانیہ

غزل

اے ظفر مجھکو اس صنم کے سوا
نہ دکھاوے کوئی خدا صورت

وہ تجھے حق نے دی ستم صورت
ہے نہیں کوئی تیرا ہم صورت

ہم تو ترسیں جمال کو تیرے
دیکھے آئینہ دم بدم صورت

نہیں باقی ہے تیری صورت کو
کوئی اللہ کی قسم صورت

چڑھتا ہے مہر کو تپ ولرزہ
دیکھ کر تیری صبحدم صورت

رفتگان عدم کی پھرتی ہے
اپنی آنکھوں میں دم بدم صورت

ہو گئے ہیں مریض غم یارو
دیکھکر چاند سے وہ ہمصورت

ہاتھ مانی نے اپنے چوم لئے
کھینچکر تیرے اک قلم کی صورت

دشت گردی میں بھی ظفر اپنے
روبرو ہے وہ ہر قدم صورت

ست سب جان کے ساقی مخمور کی بات
سوجھتی اُن کو نشے میں ہے بہت دور کی بات

دار پر کھینچو دیا قتل کرو جیسے تم
حق پرستو وہی یہ ایک ہے منصور کی بات

چارہ گر جان چکے ہو کہ نہ ہوگا چنگا
مجھ سے کیا پوچھتے ہو زخم کے انگور کی بات

ناتوانی سے یہ احوال ہوا ہے اب تو
کہ سنائی نہیں دیتی ترے رنجور کی بات

پیارا پیارا تیرا جیسا ہے کہ انداز کلام
نہ پری کا سخن ایسا ہے نہ ہے حور کی بات

زلفوں سے تمہارے ہوں پریشان زیادہ
دیکھو میری اس حال پریشان میں صورت

ہوں عاشق سر بازار مجھے بلہوس آکر
دکھلائیگا کیا عشق کے میدان میں صورت

ہے صاف تیرے نکمہ کی اختر میں شباہت
ملتی ہے مہ نو کی گریبان میں صورت

یوسف بھی ہوا سے شوخ تیرا محو تماشا
کھنچوا کے جو بھیجیں تیری کنعان میں صورت

دیوانہ تیرا بن کے جو خاک اڑائے ل
مجنوں کی بگڑ جائے بیاباں میں صورت

تجھ بن تا ہوئی شکل کہ پہچانتے ہیں دوست
مشکل سے میرے کلبۂ احزان میں صورت

کیا دیکھتا ہے آئینہ اسے شوخ پری رو
دیکھ اپنی ظفر کے دل حیران میں صورت

ردیف ط

پلا دے غیر کو صہبائے مشکبو کے گھونٹ	پئیگا رشک سے ظالم کوئی لہو کے گھونٹ
نہیں ہے فیض سے محروم کوئی ساقی کا	کسو کے جام نصیبو نہیں ہے کسو کے گھونٹ
تمہارے شربت دیدار سے ہیں سب کا لب	نہیں نصیب ہیں جا پسر آرزو کے گھونٹ
سکندر آب بقا سے پھرا یا تشنہ لب	ملا نہ ایک بھی بعد اتنی جستجو کے گھونٹ

ظفر ہیں جو عدو زہر آب سے زیادہ تلخ
شراب الفت خوباں تند خو کے گھونٹ

ردیف ث

تجھ سے آزردہ ہوں کیا جان طلبی کے باعث	ہم تو ہیں تنگ صنم جان طلبی کے باعث

[illegible] عقد ہو جائیں رسول عربی کے باعث

ردیف ج

[illegible]

۱۵

[illegible] پھونکا بھی تنفس سے تو کہاں طاقت پرواز [illegible]
[illegible] ہر دم ظفر اک تیغ الم کھینچے ہے [illegible]

ردیف چ

سب کارِ جہاں ہیچ ہے کامِ جہاں ہیچ
اس ہیچ سے امید ای ہیچمداں ہیچ

جن ناموروں کی کہ جہاں زیر نگین تھا
اب ڈھونڈھیں تو ملتا ہے کہیں نام و نشاں ہیچ

مانند حباب یک نفس میں تھے خرابے
اس منزل فانی میں ہے بنیاد مکاں ہیچ

اک عمر رہی مانند دنیا سے گراں بار
آخر کو جو دیکھا تو بجز بار گراں ہیچ

خوباں جہاں کا ہے تو کیا محو تماشا
جلی کہ کمر ہیچ ہے جھکا کہ دہاں ہیچ

اس باغ میں تھوڑی سی بہار اور بہت سیر
اے برگ گل خنداں مجھے تشویش خزاں ہیچ

ہو جنس تنک مایہ ہستی کے نہ خواہاں
یہ جنس یہ بازار یہ گو سود و زیاں ہیچ

آواز طرب گوش دل محو فنا سے
جز نالہ و فریاد بجز آہ و فغاں ہیچ

جو ہونے ہی ہو گی نہیں امکاں کہ نہ ہووے
پھر فکر سے کیا فائدہ غیر از نقصاں ہیچ

پایا نہ بجز داغ سیہ کاری یک عمر
نقش قدم قافلہ عمر رواں ہیچ

کیا دیکھیں ظفر خانہ ہستی کا تماشا
اس وہم کدہ میں ہے بجز وہم گماں ہیچ

مال و دولت عز و شاں ہیچست و ہیچ
اس ہمہ ہیچ و گماں ہیچست ہیچ

از جگر کاوی چہ حاصل چوں نگیں
در جہاں نام و نشاں ہیچست و ہیچ

کارواں عمر ما ہر دم رواں
لیک گرد کارواں ہیچست و ہیچ

بے جلالت دولت و دنیا و دیں
در نگاہ عاشقاں ہیچست و ہیچ

از برائے ہیچ ہیچ اے دل مپیچ
کیں خیال این و آں ہیچست و ہیچ

گر نہ بیند جلوۂ حسنش ظفر
ایں تماشائے جہاں ہیچست و ہیچ

دل مرا الجھا ہوا ہے یار کے بالوں کی پیچ
کیا تماشا ہو کہ اک طائر ہے سو جالوں کی پیچ

چشم بلبل دیکھ جس کو مائل حیرت ہوئی
پیچکیں کے گل بنی ہیں تیرے بالوں کی پیچ

جس طرح آتے نظر گرداب میں ہیں حباب
یوں دکھائی دیتے ہیں موتی ترے بالوں کی پیچ

رو رہے ہو تے جہے دم نکلے ہے نفس کا
کیا قیامت شور ہے یارب مرے نالوں کی پیچ

ردیف حائے مہملہ

ہم مانتے نہیں کب کسی غمخوار کی صلاح

١٦

ٹھری تھی انکی پھر آج اس طرف
لیکن نہ ٹھہری انکی طرفدار کی صلاح

کہنے پہ کیجے پیر خرابات کے عمل
لیجے نہ زاہدانِ ریاکار کی صلاح

برگشتہ بخت وہ ہوں کہ بیچوں جو دل کو میں
پھر جائے لیتے لیتے خریدار اصلاح

کیا ذکر اپنے مُنہ سے نکالیں وہ ایک بات
جبتک کہ اسے ظفر نہو دو چار کی صلاح

خود رفتگاں کو روئے کوئی کیا کسی طرح
جس نکلے پر قدم نہیں تھما کسی طرح

سوز غم فراق سے دل اس طرح جلا
پھر ہو سکا کسی سے نہ ٹھنڈا کسی طرح

ٹوٹے ہزار خار غم و نشتر الم کے جب
پھوٹا نہ میرے دل کا پھپھولا کسی طرح

نالوں سے میری آب ہوئے سنگ بارہا
اس سنگدل کا دل نہ پسیجا کسی طرح

میں خاک ہو کے عشق میں برباد ہو گیا
دامن تلک پہ اُسکے نہ پہنچا کسی طرح

سمجھایا تو نے ہم کو تو سو طرح ناصحا
لیکن ہمارا دل نہیں سمجھا کسی طرح

بے طرح دام زلف بتاں میں ہے دل اسیر
چھوٹے یہ اس بلا سے خدایا کسی طرح

روتے ہی روتے ٹوٹ گیا رشتہ حیات
پر آنسوؤں کا تار نہ ٹوٹا کسی طرح

ٹھہرائے اک زمانہ سے گردوں اگر بنے
اس کو ظفر بنائے یہ سیدھا کسی طرح

ردیف خائے معجمہ

برگ گل باغ میں ہیں سرخ تو کیا خوب ہیں سرخ
پر حنائی یہ ترے ناخن پا خوب ہیں سرخ

اے صنم غرق بخوں کیونکہ نہ ہو رشک سے لعل
لب پان خوردہ ترے نام خدا خوب ہیں سرخ

دل پر خون کو کیا تو نے ہے کس کس کے پامال
کف پا تیرے جو پر رنگ حنا خوب ہیں سرخ

رات جاگا ہے کہاں پیکے شراب گلگوں
آج آنکھیں تری اے ماہ لقا خوب ہیں سرخ

قدرت حق پہ گلستاں میں ہے اس نے
دھویا شعلہ میں ہے جو باد صبا پھول ہیں سرخ

خوب نہیں یہ تو ہیں آگ
آیا ہے بھبوکا جیسے

17

ترے رخسار جو اے ماہوش با
خوب ہیں سرخ

اشک گلگوں ہیں رخساروں پہ ہیں
بھبوکا سے ظفر

تار کے پنجرے میں یہ دیکھ تو کیا
خوب ہیں سرخ

خاک اور سے یہ وحشت کی مجنوں
جو ترا لکھا ہے چرخ

چرخ کے نیچے بگولا دوسرا بن جائے چرخ

میرا رونا دیکھ کر ہر رات تجھ بن مہ لقا
اشک انجم سے نہ کیونکر چشم میں بھر لائے چرخ

روبرو اس شعلہ رخسار گلگوں کے ہو سرد
آتش رنگ شفق کو لاکھ گو بھڑکائے چرخ

گردش چشم اس مہ بے مہر کے دکھلا کے ہم
خوب سرگردان پھرایا تو نے مجھ کو ہائے چرخ

گر اشارہ ہو نہ اس مہرو کے ابرو کا تو پھر
تیغ ماہ نو کو یوں ہر ماہ کیوں چمکائے چرخ

جو طمع سے ہاتھ کھینچے وہ ہی تیرے ہاتھ سے
پاؤں اپنے بستر آرام پہ پھیلائے چرخ

چرخ کے بے مہریوں سے ڈر ہے یار ای مہروش
تو جو آوے میرے گھر ایسا نہ ہو سن پائے چرخ

ہے مزا برسات کا تجھ سے وگرنہ ساقیا
تار بارش سے ہے بہتر ہو اگر پھانسے چرخ

چرخ ساغر میں بھری کسکی مے گلرنگ عشق
ہو گیا زہر آب غم سے سبزہ مینائے چرخ

جب تلک تجھکو نہ دیکھے اب کیا ہمیں
آنکھیں دکھلائیں ستارے آتشیں دکھلائے چرخ

آنکھ اس خورشید وش کے پھر نہ جائے ای ظفر
اسکی کچھ پروا نہیں پھرتا ہے گر پھر جائے چرخ

دیگر

عجب طرح کا ہے دوران آسمان کو چرخ

یہ چرخ وہ ہے کہ دے ہی فرشتہ خانکو چرخ
نہیں ستارے یہ پھرلایا اپنی چشم میں اشک
شبِ فراق میں سنکر میرے فغاں کو چرخ
جو خاک بھی ہوں تو ہوں فخر دین کے در کے
ظفر چھوڑا سے نہ مجھ سے اس آستان کو چرخ

دیگر

خون دل سے میرے لکھو اسکو خط میں حرف سرخ
رنگ ہے ایسے کا بتو اسکا بہ از شنگرف سرخ
حوصلہ گل کا کہاں جو نالہ بلبل سنے
کرتا ہے غصہ سے منہ پہلے ہے یہ کمظرف سرخ
مانگے گرمی میں جو پانی پھر رفع ہو تشنگی
اسکے عکس روئے گلگوں سے ہو آب برف سرخ
گر نہیں ہے سر پہ خون اسکے کسی بے جرم کا
ہیں کلاہ قاتل سفاک کی کیوں طرف سرخ
اشک خون سے پاس اپنے ہے زر سرخ سفید
گر سفید اصرافہم کرتے ہیں گا ہے صرف سرخ
ٹپکے اشک سرخ کا قطرہ جو میرے چشم سے
اے ظفر ہو جائے ہے اک دم میں آب ظرف سرخ

ردیف دال

قدر اے عشق رہیگی تیری کیا میرے بعد
کہ تجھے کوئی نہیں پوچھیگا میرے بعد
زخم پر دل کے گوارا ہے مجھے کو نہ نمک
کون چکھیگا محبت کا مزا میرے بعد
در جاناں سے مری خاک نکرنا برباد
دیکھ جانا ادھر باد صبا میرے بعد
خاک صحرائے جنوں یوں نہیں گیا ترنہ ہے
کوئی آئیگا نہیں آبلہ پا میرے بعد

[illegible]

خاک لٹائی اُچھرہ ترحم میں تو اور بھی
ہاں دل دینا کے سوا جامہ پاک پہ گرد
نہ پچھی دل کی کدورت کہ غبار خاطر نے
صاف ظاہر ہے تیری رو کے غضبناک پہ گرد
سمجھے ہے وہ سر مژگاں غبار آلودہ
دیکھا ایسے گلی میں خس و خاشاک پہ گرد
وہ میری گردش طالع ہے کہ جسکے آگے
ہوگیا کاسہ گردش زدہ بھی چاک پہ گرد

دل پہ آبلہ سے گر ہو مقابل تو صبا
جھاڑ دے خوشۂ انگور کے بس تاک پہ گرد

صرصر حرص و ہوا سے ہے مکدر عالم
اے ظفر یک پڑی ہے رخ ادراک پہ گرد

ردیف ذال معجمہ

کیونکہ خسرو کو لگیں اسکی نہ دشنام لذیذ
جسکا شیریں ہو دلا نام خدا نام لذیذ

تشنہ لب جو کہ شہادت کی ہیں انکی قاتل
کیوں نہ شربت سی ہو بڑھکر دم صمصام لذیذ

یہ مزا قند شکر میں بھی نہیں ہے ہرگز
لب شیریں تیرے جیسے ہیں دلا رام لذیذ

یاد چشم بت بدمست نے ہم کو ساقی
وقت مینوشی کے کیا لگتے ہیں بادام لذیذ

لگ کے تو نخل محبت میں دلا ہو پختہ
یعنے ہوتا نہیں ہرگز ثمر خام لذیذ

ہے کہاں سیب ولایتی میں حلاوت ایسی
بوسہ جو تیری ذقن کا ہے گل اندام لذیذ

جو مزہ بادۂ الفت میں ظفر ہے دیکھا
ایسی ہوتی نہیں ہرگز مئے گلفام لذیذ

چھپایا تو نے ہے کسکا کواڑ میں کاغذ
دہرا ہُوا ہے جو ہے چٹکے درار میں کاغذ

لکھے جو محضر خونیں کو کوہکن کے عشق
تو برگ لالہ ہو مہری پہاڑ میں کاغذ

کسیکو لکھتے تھے خط وہ پلنگ پر بیٹھے
مجھے جو دیکھا چھپایا نواڑ میں کاغذ

جلے ہے جو مرا مضمون سوز دل پڑھکر
کہے ہے پھینکو پرے ایسا بھاڑ میں کاغذ

یہ کسکی خانہ خرابی کے تم ہوے درپے
دیا ہے لکھ کے جو تھونا جھاڑ میں کاغذ

کھلا نہ ہمپہ کہ یہ کیا وہ زیب مسند ناز
چھپا کے دیکھتی ہے تکیہ کی آڑ میں کاغذ

اگر ہے قیس کو منظور اشتہار جنوں
تو لکھ کے باندھ دے ہر ایک جھاڑ میں کاغذ

گلے میں اُسکے ہے قاصد ہجوم غیروں کا
سنبھالے رکھیو ذرا بھیڑ بھاڑ میں کاغذ

کریں رقم ہم اگر حال پائمالی دل
رہے ہمیشہ قلم کی لتاڑ میں کاغذ

الٰہی خیر ہو بگڑا گیا ہے واں قاصد
قبول وے نہ کہیں مار دہاڑ میں کاغذ

رہے جو خط و کتابت کی چھیڑ اُنسے ظفر

ردیف رائے مہملہ

خدنگ عشق ہوا کیا جگر کو توڑ کے پار
یہ تیر وہ ہے کہ جا دے جگر کو توڑ کے پار

ہزاروں روزن در بند کیجئے گا آپ
نگاہ جاویگی دیوار و در کو توڑ کے پار

اُسے نہ آنکھوں میں تل سمجھو تم یہ روزن ہیں
نظر کا تیر گیا ہے نظر کو توڑ کے پار

اُتر سکا نہیں دریائے عشق کو کوئی
چلا ہے کسلئے فرہاد سر کو توڑ کے پار

فلک سے آہ ہماری گذر گئی اس طرح
کہ جیسے تیر کوئی ہو سپر کو توڑ کے پار

کہاں ہے اُس لب نازک پہ رنگ گفتگو کے نمود
ہوئے ہیں خاک سے گلبرگ تر کو توڑ کے پار

قلق سے تھا شب مہتاب میں یہ حال اس بن
ظفر ہوا ہے تھا نالہ قمر کو توڑ کے پار

جو عرش سے ہے فرش تلک وہ اس میں ہے دیکھ آنکھ کھولکر
کیا کیا نہیں ہے اس میں کہ سب کچھ اس میں ہے آ رہا ہے نظر

دل اپنا پہلے رنگ کدورت سے صاف کر مانند آئینہ
پھر تو بغور دیکھ کے کہ اُس آرسی میں ہے کیا حسن جلوہ گر

پیدا نگاہ کر کہ تجلے حسن یار سب جا ہے آشکار
شعلے سے طور کے نہیں کم روشنی میں ہے ہر سنگ کا شرر

کیوں کعبہ میں سر مارتا ہے تو سرگرم جستجو
تو جسکو ڈھونڈتا ہے چھپا وہ تجھی میں ہے پر تو ہے بیخبر

جوشش بہار حسن کسی گل کی ہے اے صبا ہی یہ جنون کا جوش
مصروف اسقدر جو گریبان دری میں ہے ہر غنچہ ہر سحر

ہے دور جام و صحبت یاران زندہ دل کیفیت حباب
کچھ ہے اگر مزا تو یہی زندگی میں ہے باقی ہے دردسر

اے خود پرست پوچھتا کیا ہے خدا کی راہ ہے نزدیک بہت قریب
گم کردہ راہ آپ تو اپنی خودی میں اُس سے ہے دور تر

صد داغ سوز عشق سے کیا بلکہ صد ہزار
صد داغ دل پہ تیغ نصیب عاشقی ہے
لذت ...
اے سوختہ جگر ...
اس کو ... عشق ...
... ظفر

۲۱

پیمانہ اگر جو تو اب شراب کا ساغر
نکالے موج سے دریا حباب کا ساغر
مدام پیتا ہوں خون جگر کو اے ساقی
بجائے جام ہے چشم پر آب کا ساغر
وہ کون مست ہے جس کے ... ساقی
بنو فلک کا ہے اور آفتاب کا ساغر
غنچے میں دیکھ کے بلبل کو ... گل
بھرے ہے باعث شبنم گلاب کا ساغر

جومست ہو ظفر اس چشم مست کا اسکو
نہ بھائے ساقی خانہ خراب کا ساغر

دیگر

یا تو وہ رکھتے تھے سرگوشی ہمیں سے اس قدر
یا لگی ہونے سخن پوشی ہمیں سے اس قدر

ہم کو پاس آشنا نہ ہو ہر بات پر پہلو تہی
اور تمہیں ننگ ہم آغوشی ہمیں سے اس قدر

ہوش میں آؤ ہمیں کہتے ہو تم بے ہوش ہو
کیوں میاں دل ہوش بے ہوشی ہمیں سے اسقدر

لب پہ جان آئی ہماری لب ہوئی تیرے نہ وا
چاہیئے تھی واہ خاموشی ہمیں سے اس قدر

با نہ تو یک جرعہ غیروں میں اڑا دو خم کے خم
واہ وا انکار مے نوشی ہمیں سے اس قدر

جوں گل و بلبل چمن میں سب ہیں ہنستے بولتے
سیکھی اک غنچہ نے خاموشی ہمیں سے اس قدر

کہتے ہیں وہ مست آنکھیں ساغر مے سے کہ دیکھ
تجھ میں ہیں مستی و بیہوشی ہمیں سے اس قدر

چشم وا ہیں حسرت دیدار میں مدت سے ہم
اپنے تصور واہ رو پوشی ہمیں سے اس قدر

نکہت گل جو سفر کرتے ہیں سہے محنت سفر
اے ظفر سیکھی سبکدوشی ہمیں سے اس قدر

دیگر

بن تیرے اے رشک گل رشک بہار | نوک سبزہ چشم میں ہے نوک خار

داغ بر دل ہوں میں سوز ہجر سے
کیا خوشی آئے مجھ کو سیر لالہ زار
ہوں گرفتہ دل برنگ غنچہ میں
ہائے رونق گل کی جگر میرا فگار
اب نہیں ہاں ہوں مثل موج آب جو
ہاتھ میں میرے عنان اختیار
میں ہاں ہوں اور آہ برنگ بوئے گل
اک جا ہرگز نہیں مجھ کو قرار

یار اس گل کو نہیں مطلق قرار
بلبل بیکس کرے کیا نالہ زار
[illegible]
[illegible]
[illegible]
ظفر اس [illegible]

ہے تیری نزاکت میں یہ کمر بال برابر
میں جانوں میاں فرق ہو گر بال برابر

اک زخم ہوا چاہے جراح خبر لے
روزن ہے جو بالا ئے جگر بال برابر

خط سُرمہ کا اس ابرو خمدار پہ کب ہے
آیا ہے سر و ہی میں نگر بال برابر

لاغر ہوا ہوں عشق میں اس مو کمر کے
آتا ہوں سراپا میں نظر بال برابر

وہ پھانس ہے اک یہ پے کند دل عشاق
دیکھا اپنے تو سنبل ہے اسے بال برابر

کچھ محتسب شہر نے تاکا جو ادھر سے
آیا وہیں شیشے میں ادھر بال برابر

اشکوں سے یہ مژگاں کا وہ عالم ہے کہ جیسی
ہو در نجف کا نہ ظفر بال برابر

غزل بحر طویل

تیرے ہے پا زیب سرکار جو مزمین پہ گوہر فلک پہ اختر
ہوئے ہیں جلوہ نما چمک کر زمیں پہ گوہر فلک پہ اختر

پُر نور اشکوں کا ہے ہمارے نکلتے نالوں میں ہیں شرارے
نہ کیوں نکہ ہوں عشق پر سمجھا در زمیں پہ گوہر فلک پہ اختر

پھپولے پاؤں میں ہیں نمایاں تو سر پہ داغ جنوں فروزاں
نہ دیکھیں دیوانے تیرے کیونکہ زمیں پہ گوہر فلک پہ اختر

ذرا جبیں عرق فشاں پہ تو اپنے افشاں دکھاوے چنکر
کرے نہ تا نظر آئیں ماہ پیکر زمیں پہ گوہر فلک پہ اختر

نہ سبزہ و گل پہ جوش شبنم نہ چمکے جگنوں ہوا پہ ہر دم
نظر سب آتے تھے مجھ کو یکسر زمیں پہ گوہر فلک پہ اختر

ادھر تو فوارے چھٹے ہیں واں ادھر ہیں اشجار پر چراغاں
نئے ہے سیر اک چمن کے اندر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

زمین نہایت ہی تھی یہ مشکل ظفر ہے استاد پر دہ کامل
غرض دکھائے وہی بیٹھا کر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

دیگر

برنگ شعلہ فانوس ہو نپوشیدہ
ذرا بچشم حقیقت ہو گرم نظارہ
اگرچہ صاف ہے دل سادہ لوح پر اسمیں
کہاں ہے سینہ میں پیکاں کہ وہ تو بیٹھا ہے

تمہارا عارض روشن نقاب کے اندر
وہی ہے ذرے میں جو آفتاب کے اندر
جو دیکھا ہم نے نہ دیکھا کباب کے اندر
چھپا ہوا دل پر اضطراب کے اندر

ہماری آنسو ؤں میں یوں ہی راز عشق ظفر
کہ جس طرح سے ہو خوشبو گلاب کے اندر

دکھائے لاکھ وہ شاہ و وزیر کا محضر
بروز حشر دکھاویگا یہ دل پر داغ
فلک کی صفحہ پہ چوں مہر و مہ کے مہر ہیں
جگہ پہ اسکے نہ تو داغ یہ سمجھ گلگیر

سندر کیے گا نہ کوئی فقیر کا محضر
خدا کے آگے تمہارے اسیر کا محضر
نگہ یہ ہے کسی روشن ضمیر کا محضر
ہوا ہے تجھ پہ شمع منیر کا محضر

ظفر نہیں ہے کسی وجہ مور و تقصیر
یہ چاک ہو گا تمہارے شریر کا محضر

اثر نہ چاہ کا جبتک ہو طرف ثانی پہ
کروں میں گریہ اگر اپنی ناتوانی پر
وفا کے بدلے جفا تم کرو ستم ہے یہ
تو وصل گل کا غنیمت سمجھ لے اے بلبل
ہمارے روبرو کرتا ہے تو نوا سنجی
خط آئے پر نہ رہیگی یہ عارضی دولت
نصیب خفتہ میرے بعد عمر جاگی آج
ہزار حیف کہ بلبل کا صحن گلشن میں
ہنسی کی بات نہیں کہ ہے سحر خورشید
کھلی ہے چشم حقیقت جہوں کی شکل حباب

تو وہ نگاہ کرے کسکے جانفشانی پر
فلک زمیں پہ ہو جوں حباب پانی پر
صد آفرین ہے تمہاری بھی قدردانی پر
نہ پھول باغ میں دو دن کی زندگانی پر
لگے ہیں تجھ کو بھی ای مرغ بوستانی پر
غرور حسن نگر عالم جوانی پر
جو چشم یار ہے کچھ آج مہربانی پر
پھوٹا ایک بھی صیاد نے نشانی پر
نشاں ہے تیری ستار سازِ زعفرانی پر
وہ باندھتے نہیں تکیہ جہان فانی پر

ظفر ہم اپنے ہی تصہ میں ہینگے آلودہ

پتیاں کیسے سلا رکھیں اب کھانے بہار
آئی گلشن میں بہار ابدل [illegible] بہار
گریہ ہو وہ گل تجھی تو ہے کیا تاب بہار
چمن حسن پہ کیا پھول آیا ہے
نہیں رہنے کی سدا نکہت بہار
پھول سے تازہ شگوفہ چمن میں [illegible]
وہ اوکھلائے ہے کیا گردش فلک بہار
جابجا خون [illegible] ہے اک تازہ چمن

[illegible] صفا [illegible]
[illegible] چمن [illegible] میں
[illegible] چمن میں [illegible]
[illegible]

دن اور ہے رات اور زمین اور زماں اور
رہتے ہیں زخود رفتہ جہاں سے وہ جہاں اور

اکبار کئی نذر دل و جان تیر سے دونوں
اب کیا تجھے دیں ہم کہ نہ دل اور نہ جان اور

دے جام پہ گر جام پیا پے مجھے ساقی
میں بس نہ کہوں منہ سے کہے جاؤں کہ ہاں اور

جل جائیگی اے برق نہ ہو دیکھ مقابل
ہے سوختہ جانوں کا دم شعلہ فشاں اور

کچھ چشم تر و سوز جگر پر نہیں موقوف
تھا محبت کے بہت ہیں نشاں اور

کس طرح غم یار کو میں دل سے نکالوں
جائے یہ کہاں اسکا ٹھکانا ہے کہاں اور

کیا ہوویگا اک چاک کو سینہ کے رفو سے
دل میں تو ہزاروں ہیں ابھی زخم نہاں اور

دوں دل میں جگہ کیونکہ یہ اس پردہ نشین کو
اس سے نہیں بہتر کوئی پردہ کا مکاں اور

محفل سے اٹھا غیر کو اور اس کے عوض کو
رکھدے میری چھاتی پہ کوئی سنگ گراں اور

یہ شوق شہادت کی ہے تاثیر کہ قاتل
ہوتی ہے سیہ خون سے تیری تیغ رواں اور

تو گھر کو سدھار اپنے خدا کے لئے ناصح
ہوتا تیری باتوں سے ہے مجھکو خفقاں اور

بیٹھے خوب برستا ہے جو ہوتی ہے ہوا بند
بہتے ہیں ظفر اشک دم ضبط فغاں اور

دود جگر ہمارا ہے یہ اٹھا فلک پر
کہتے ہیں لوگ جسکو کالی گھٹا فلک پر

یہ آہ آتشیں جب چمکائی سیف اپنی
کیا تاب پھر ہلائے بجلی پٹا فلک پر

شرمندہ ہو گیا ہے تیرے عارض سے ماہ تاباں
دے روبرو ہے اسکو کوئی ہٹا فلک پر

اس مہ جبیں نے جب دم دکھلائی تیغ ابرو
دل میں ہلال کیا کیا اپنے کٹا فلک پر

جوگی بنا پھرے ہے اس ماہ وش کے غم میں
خورشید سے بڑھا کر سر کی جٹا فلک پر

وہ حسن روز افزوں بڑھتا رہا ہمیشہ
سو بار نور مہ کا بڑھ کر گھٹا فلک پر

ہو نہ اے ظفر ہمیشہ چاٹا کرے مسیحا
وہ شکریں لب اپنے دے گر چٹا فلک پر

ردیف رائے ہندی

دیکھ دلکو مرے اے اس کافر بے پیر نہ توڑ
گھر ہے اللہ کا یہ اس کی تو تعمیر نہ توڑ

رقص بسمل کا تماشا مجھے دکھلا کوئی دم
دست و بازو کے دم تو نہ شمشیر نہ توڑ
ہم کو اے ظفر اس تیغ کی ندا سے کہ
کھینچ کر دیکھ میرے سینہ سے تو تیر نہ توڑ
دل مرا ڈالی پل عشق نہ کس تنگ مرد
بیچ زلف ستم کا بھی ہو دوسرے دم چنگ مرد
ذبح کرتا ہے تو کر لیک چھری کو صیاد
پلک رگ گردن مرغان خوش الحان نہ توڑ

شکن زلف کی مانند کرکے اے نوخط
روکش اسکے گل رخسار سے یہ ہوتا ہے
ایک دریا بھی اشکوں سے بنجورے جسدم
ہاتھ پکڑوں جو تصور سے بھی تو دیکھے

لکھ سکے کب قلم پاتی ارزنگ مروڑ
اے صبا کیونکہ نگوش گل خوشرنگ مروڑ
دامن تر کو تیرا عاشق بے سنگ مروڑ
تو سیکر ہاتھ کو اتنا بھی بیدرنگ مروڑ

ہم نے اک طفل دبستان کی محبت میں ظفر
چھینکا آخر ورق دانش و فرہنگ مروڑ

بٹھا کے غیر کو قایم نہ کر فساد کی جڑ
جو خط لکھتے ہی برپا ہوں سو طرح کو فساد
قیام زندگی جسے بھی کم ہے دنیا کو
کوئی پریشہ دوانی یہ آہ و نالہ سے
اوکھاڑ طمع کی جڑ کو کہ باغ عالم میں
وہ فتنہ را ہی تنگدل ہے یہ فساد انگیز
رکھے فلک سے جو اصلاح کی امید
نہ ہے شریر کوئی اور نہ کوئی مفسد ہے

نکال اسکو کہ ہے یہ بشر فساد کی جڑ
تو ٹھہری شاخ قلم سر فساد کی جڑ
کچھ اصل اسکی نہیں ہے مگر فساد کی جڑ
تو جانو ہی دل شوریدہ ہے سر فساد کی جڑ
رکھے ہے یہ شجر بے ثمر فساد کی جڑ
ادھر ہے فتنہ کی جڑ ادھر یہ سر فساد کی جڑ
تو سر یہ دہول دستے یہ فتنہ گر فسانی جڑ
ترا ہی نفس ہے بنیاد شر فساد کی جڑ

ظفر جہاں میں نہ ہو کوئی مفسد پیدا
نہ ہو زمین و زمن و زر اگر فساد کی جڑ

عسس جو دیوے صراحی شراب ناب کی توڑ
تو رکھ دیں مست بھی گردن وہیں جناب کی توڑ
اوٹھینگے ابر جو ساقی یوں ہی بیکیف —
توڑے ہے دیں کہیں تو بہ نہ ہم شراب کی توڑ
سوال بوسہ پہ دیکھ جو آپ توڑے تو —
نہ خاطر اے صنم اس خانہ خراب کی توڑ —
چمن میں اس تن نازک سے گر مقابل ہو —

ٹوپیاں ابھی چھینکیں گل گلاب کی توڑ
ٹوٹ گئے اسے [illegible] آبداریوں سے
اے گردوں
کمند [illegible] گوں گرم اضطراب کی توڑ
یہ ڈال پیکر سے ہیں دیکھ محتسب اندیشہ

ذرا خدا سے تو ڈر خراب خراب
[illegible]
[illegible] ظفر
[illegible]

کہ دم کے ساتھ ہے ہر دم یہاں نشیب و فراز

فلک عروج و تنزل سے اک زمانے کو
دکھائے روشن زر دباں نشیب و فراز

کئی ہے جاسے ہے راہ فنا کو طے ہر دم
سمجھے کچھ نہیں عمر رواں نشیب و فراز

حضیض و اوج میں سیاریں ستارے بھی
دکھاتا کسکو نہیں آسمان نشیب و فراز

کہوں بگولے کو کیا خاک میں بیاباں گرد
کہ میری طرح سے دیکھے کہاں نشیب و فراز

دکھائے ہے سر عاشق کو قاتل سفاک
بزیر تیغ و بنوک سناں نشیب و فراز

کسی کو پست کرے ہے فلک کسی کو بلند
مگر اس سنہڈولے میں ہے ہر زماں نشیب و فراز

یہیں ہے راہ محبت میں ہر زماں در پیش
برنگ گرد رہ کارواں نشیب و فراز

زمیں کو دیکھے نہ کیوں کر عصا بکف نرگس
رکھے ہے عرصہ باغ جہاں نشیب و فراز

اوچھل کے دیکھ نہ چل اسقدر تو اے سرکش
کہ تیرے ساتھ ہے فوارہ سان نشیب و فراز

ظفر ہے راہ زخود رفتگی عجب ہموار
کہیں بھی جسکے نہیں درمیاں نشیب و فراز

خدنگ ناز سے کہدو کرو نہ تو واقف [illegible] نشیب و فراز
ہے عرصہ دل [illegible] تا بہ [illegible]
پہنچ سکیں نہیں [illegible] دور دراز
[illegible]

۲۷

بلا سے راہ محبت اگر ہے دور دراز
مرا ہے نالے کوئی اپنا کریگا دل کو
عدم سے بھی وہ جہاں گر ہے دور دراز
کہاں ہے نالہ کی طاقت کہ دم کو سینہ سے
یوں تنگ ہے کہ اسکو نالے ہے دور دراز

ودیگر

اگرچہ منزل رشک قمر ہے دور دراز | پہنچتا اپنا بھی پیک نظر ہے دور دراز

خرام یار کے نزدیک ہے بہت نزدیک
وگرنہ فتنۂ محشر ظفر ہے دور دراز

دیگر

کر تو خوشی سے حرف حکایات چند روز	ای یار پھر کہاں کہ یہ صحبت چند روز
دنیا مثال فاحشہ جاتی ہے جسکے پاس	رہتی ہے اسکے پاس یہ بدذات چند روز
تو جانے گرم و سرد زمانے کو اسلئے	گرمی کبھی ہے اور کبھی برسات چند روز
بیٹھا ہے اعتکاف میں کیا زاہد کسی طرح	تو اٹھ کے کر لے سیر خرابات چند روز
ہو جلد ہوشیار کہ جاتے ہیں ہاتھ سے	اسباب نشاط و عیش کے سب ہیات چند روز
کچھ لطف زندگی کا اگر ہے اسی میں ہے	ہے یہ جو دوستوں کی ملاقات چند روز

فرصت بہت ہی کم ہے غنیمت سمجھ ظفر
ہنس بول کر بسر ہو تو اوقات چند روز

یونہی ذقن پہ زلف شکن در شکن دراز	چاہ عمیق کے لئے جیسے رسن دراز
عاشق کو تیرے ہوگا نہ آرام جیتے جی	جا کر کریگا پاؤں وہ زیر کفن دراز
ناحق زبان شمع کی گلگیر کاٹتا	کرتی نہ وہ زبان سر انجمن دراز
باری کیا قصہ آخر تیرے مختصر	تھا جو کہ قصۂ عشق کا اک کوہکن دراز
ماری ہے تیز یاں دہن زخم لاف عشق	یہ تو زبان دراز نہیں ہے دہن دراز
تشبیہ سرو دوں قد موزوں سے کیا ترے	اے رشک گل ہے قامت سرو چمن دراز

جانے دے تو نہ چھیڑ ظفر ذکر زلف یار
ہو جائیگا زیادہ وگرنہ سخن دراز

رہیگا تا یہ دم و اپسیں نشیب و فراز	کہ دم کے ساتھ ہے اے ہمنشیں نشیب و فراز
سمجھتا آپکو اونچا ہے اور کو نیچا	کھلیگا مجھ کو یہ زیر زمیں نشیب و فراز
قدم سنبھال کے رکھنا کہ راہ عشق میں ہیں	ہزاروں اے دل اندوہگیں نشیب و فراز
کبھی ہے سر تہ خنجر کبھی سناں پہ ترے	دکھاتا ہے یہ تیرے طرز کیں نشیب و فراز

جو ہم سے آ کے مسافر کوئی تو ہو معلوم
عدم کی راہ میں ہیں یا نہیں نشیب و فراز
ہوا کی خاک میں بھی گردباد کی مانند
ہمیں دکھائے گی جبہ تری جبیں نشیب و فراز
پھر اسکے نہ دور ہا مجنوں سودائی طرح ظفر
ہا بھٹکے دشت جنوں میں کہیں نشیب و فراز

ردیف س

دل میرا ایک پیارا [illegible] عجب سب
جو سا دیکھے [illegible]
[illegible] صحبت [illegible]
رات دن [illegible] عجب
[illegible]
[illegible]

جو ہجر کی تھی کثرت آفات میں تشویش
سب مٹ گئی وہ ایک ملاقات میں تشویش

تو بھاگ دلا دیکھ محبت سے کہ اس کی
ہر کام میں اندیشہ ہے ہر بات میں تشویش

گذرے ہے کوئی لحظہ جو بے فکر تو برسوں
دیتا ہے فلک اس کی مکافات میں تشویش

پاتے نہیں ہم تو کبھی رندوں کو مشوش
آتی نہیں بزم حسنمایات میں تشویش

جی کیوں نہ ڈرے گرمی سے دل جو ہو شکستہ
ٹوٹے ہوئے گھر سے تو ہی برسات میں تشویش

دل نذر کروں اپنا کہ جاں پیش کش اپنا
ہے مجھ کو تیرے غمز کی مدارات میں تشویش

عقبے کے ظفر چاہیئے کچھ فکر بشر کو
بیہودہ ہے دنیا کی مہمات میں تشویش

ردیف الصاد

بھری تھی ساغر میں رات ساقی نے ایسی خوشبو شراب خالص
نہ اسکو پہنچی ہے مشک خالص نہ اسکو پہنچی گلاب خالص

اس آرزو میں کہ اسکے پاؤں کی چھلے کو کوئی مجھکو بتا دیوے
ادھر تو سیم ماہ خالص ادھر زر آفتاب خالص

حلاوت اس لب شیریں کی بہتر شیریں ہے
کہ جو کوئی انگبیں خالص کو گھولے لیکے آب خالص

دل شکستہ درست میرا نہ ہووے کیونکہ ہاتھ آئے
تمہاری بوسے خال مشکین کے مومیائی شراب خالص

تمہیم گیسوئے عنبریں سے
پری سے وہ ہمسر کبھی نہ ہوگا
مزار عنبر ظفر نکالے نہیں
اسے ہو حجاب خالص

دیگر

نہیں ہے ایک اسے گلعذار
سے اخلاص

۳۰

اسے مزار سے الفت ہزار
سے اخلاص
ہے ایک یار
سے اخلاص
نہ ہو سکے گا تو چاہے
نصرت سے اخلاص

جو میرا دشمن جان ہے وہی ہے اسکا دوست
کرے ہے کب وہ میرے دوستدار سے اخلاص

ملانا خاک میں ہے اور بھی سوا منظور
بڑھایا تم نے جو اس خاکسار سے اخلاص

نہ بول مجھ سے تو ناصح کہ ہوں میں دیوانہ
تو ہوشیار ہے کر ہوشیار سے اخلاص

ہر ایک شخص سے اخلاص پیار ہے تیرا
مگر نہیں اسے تقصیروار سے اخلاص

سوائے رنج و مصیبت بغیر حسرت و یاس
رکھے ہے کون دل بے قرار سے اخلاص

غرور تھا ہمیں اپنی جو پارسائی کا
تھا ہمارا جب اس بادہ خوار سے اخلاص

جہاں میں جتنے ہیں بدقسمت و خراب نصیب
ظفر وہ رکھتے ہیں اس بدشعار سے اخلاص

دیگر

بوسہ کب دیتے ہیں مجھ کو وہ دل و جاں کے عوض
بلکہ ہر بات پہ کرتے ہیں نہیں ہاں کی عوض

زلف تیری نہ پریشان ہو بلا سے کافر
دل پریشان ہو سر زلف پریشاں کے عوض

جلد زاہد کو مبارک ہو تجھے مل جائے
جو روش کوچہ تیرا روضہ رضواں کی عوض

ایسے بخت اپنے کہاں ہیں کہ لگیں منہ تیرے
دل حیرت زدہ آئینہ حیراں کے عوض۔

دیکھ کے سینہ پر داغ کو ہیں ہم نے تجھ بن اے رشک چمن سیر گلستاں کے عوض
پاؤں میں میرے گر زنجیر ہو تنگ [illegible] کے عوض [illegible] مجھے خانہ زنداں [illegible] سے وہ نکالے نہ

وہ دیتے ہیں اپنا [illegible] دل کو [illegible] کے عوض [illegible]
[illegible] ظفر [illegible] عوض

جو بھیجے ہے مجھے مجنوں اجاڑ میں سے خط
تو کوہکن بھی ہے لکھتا پہاڑ میں سے خط

کواڑ کھول نہیں سکتا گر وہ پردہ نشیں
تو پھینکدے ہے ہٹونکی دراڑ میں سے خط

گلوں میں یار کے اغیار جمع ہیں قاصد
نہ جا تا لیکے تو اس بھیڑ بھاڑ میں سے خط

جلا یا کاغذ اگر سوز دل کے مضموں نے
تو نامہ بر تجھے کیا دونگا بھاڑ میں سے خط

رہا یہ بار سیہ گھاس ہی کے نیچے نہاں
نہ نکلا سُرمہ کا مژگاں کی آڑ میں سے خط

ہوا تھا کل جو مرا خط پلنگ پر سے گم
سو پایا ہے آج وہ پایا نواڑ میں سے خط

جو خوشنویس ظفر کچھ بگاڑ کے لکھے
دکھائے اور ہے حسن اس بگاڑ میں سے خط

لکھ کے بھیجیں انکو کیا ہم خاک خط
بن پڑھے ہے کر ڈالتے ہیں چاک خط

دور گھر ہے یار کا چلے نہ جائے
لیکے کوئی قاصد چالاک خط

مانگ اس کی یاد آئی دیکھ کر
کہکشاں کا شب سر افلاک خط

تر نہ کر اشکوں سے کاغذ سبز
لکھنے دے اے دیدۂ نمناک خط

تیغ براں سے تیکر پڑتا نہیں
بے تصلّے قاتل سفاک خط

تو نے کیا لکھا تھا جو رونے لگا
پڑھ کے تیرا عاشق نمناک خط

حاسدوں سے ناک میں دم ہے ظفر
دیدو چاقو سے پکڑ کر ناک خط

سہد مہر عشق کی نہ پوچھو شرط
اجان دیجے تو کچھ ادا ہو شرط

جو تمہاری نہ جاویگی بدلے
سہیں جو چاہو ہم سے بدلو شرط

اپنی ہم کو رہائی ہے منظور
ورنہ تم اور ہم سے جیتو شرط

دل بیمار کے علاج میں ہے
وصل دلدار اے طبیبو شرط

دل بند ہا زلف سے نہیں چھٹتا
اس کے چھٹنے پہ تم نہ باندھو شرط

یوں کسیکو ہے کون دیتا دل
دلبری ہے دلبریا کو شرط

اس کا دشوار ہے بجا لانا

ماشا محبت کی اے ظفر جو شرط

دیگر

دل عاشق جہاں ہے مضمون خیال خط
جان [illegible] ہے مجنون خیال خط

پیا جو بے نقطہ رکھتا ہے کیا خوب ابرو
صفحہ پہ [illegible] یار کی یہ نون خیال خط

خورشید زیر ابر سے رخسار تابناک
پوشیدہ زیر پوشش [illegible] نون خیال خط

سنبل [illegible] تن [illegible] ریحان [illegible]
[illegible] یار [illegible] خیال [illegible]

[illegible] حسن و جمال ہیں
[illegible] قانون خیال خط

[illegible] اس [illegible] ظفر
[illegible]

[illegible] مضمون [illegible]
کیا کیا ہیں [illegible]

فلک پہ کیوں ہے رہا مہر و ماہ سرفرو مہ نور
جو ہو نہ اس کو ترے لعل نقش پا کا لحاظ

دل اسکی جنبش مژگاں سے کیوں نہ ٹکڑے کرے
کہ اس مریض کو ہاں چاہیے ہوا کا لحاظ

اٹھا کے آنکھ نہ دیکھا چمن میں نرگس نے
رہا جو اسکو تری چشم پر حیا کا لحاظ

ملوں میں انکے کف پا سے اپنے دیدۂ تر
مگر ہے مجھ کو ذرا سرخیِ حنا کا لحاظ

رکھیں ہم اس سے دلا چشم آشنائی کیا
نہ پاس یار کا جسکو نہ آشنا کا لحاظ

ظفر پلا دے اسے بھر کے ساغر مے ناب
اگر اٹھانا ہے منظور دلربا کا لحاظ

گلی میں یار کی ہم نے رکھا قدم بلحاظ
گئے بھی تو بادب آئے بھی تو ہم بلحاظ

ہماری شکل نے سب حال کہدیا انسے
زبان سے گو نہ کہا ہم نے دل کا غم بلحاظ

قلم وہ کرتے ہیں اسپر بھی ہاتھ اے قاصد
اگرچہ کرتے ہیں خط انکو ہم رقم بلحاظ

جب اس سے حسن میں یوسف نہ ہو سکا ہمسر
تو جا چھپا وہ پس پردۂ عدم بلحاظ

مبادا چونک اٹھے خواب ناز سے وہ گل
چمن میں جائیو اے باد صبحدم بلحاظ

ابھی ڈبوئیں ترے فتنہ کی گھر کی گھر لیکن
ہم انکے آگے نہیں ہوتے چشم نم بلحاظ

ظفر نہ کھینچ سکے اس موکمر کی جب تصویر
تو سر جھکا کے اٹھائے نہ منھ قلم بلحاظ

ردیف عین

کم نہیں ہے سوزش داغ دلگیر و شمع
بلکہ ہمسر ہے ہمارا نالۂ شبگیر و شمع

کب تصور اس کا دل میں ہے اور آہ آتشیں
ہیں یہ فانوس خیالی میں ہم تصویر و شمع

موج اشک چشم اے پروانہ کب ہے زیر پا
موج سودا ہائے ناسخ بانہم مجھ زنجیر و شمع

اس رخ پر نور سے روشن ہو کیونکر ماہتاب
ایک ہو کیونکر چراغ مہر پر تنویر و شمع

دیگر

پاس ہیں دم بدم غنچہ و گل چراغ و شمع

جام گلابے شراب ساغر چشم مست ناز
بزم میں اپنے ہیں ہم غنچہ گل چراغ و شمع

خاطر تنگ و چاک جیب سوزش سینہ جگر
ہیں یہ بہار بزم غم غنچہ و گل چراغ و شمع

قطرہ خون لخت دل مردمک اور مژہ پر اشک
ہیں یہ بچشم نم غنچہ و گل چراغ و شمع

دیگر

گرچہ غرق اشک تر ہے گرمی کی شدت میں شمع
جلتی ہے قیسر بھی لیکن سوزش الفت میں شمع

کچھ نہ ہو پروا جدائی کی کسی اس یار کو
یوں جلے پروانہ کی سوز غم فرقت میں شمع

کون ہے جسکو جلاتا اپنے سوزش عشق سے
لیک جلنا ہی لکھا تھا یہ میری قسمت میں شمع

قبر پر میری بلا سے گر نہیں جلتا چراغ
سوزش دل سے تو روشن ہے میری تربت میں شمع

کٹ گیا سر گل گیا تن جل گیا دل کیا کرے
عشق کے باعث یہ ابتر آ گئی آفت میں شمع

ہم تو رہویں شعلہ سان تجھ بن ہمیشہ بے قرار
مارہا وے اس طرح سے یار کی خلوت میں شمع

تجھ سے تاب حسن میں روکش نہ ہوئے شعلہ گاہ
اور نہ ہو ہمسر کبھی تجھ سے قد و قامت میں شمع

شمع کو کیا تاب اسکے روبرو سرکش رہے

ردیف غین

ردیف فا

آج اُس مست پہ ہے طرفہ بہار
لب پہ رنگ مسی و سرخی پان

زلف آشفتہ جبیں زیر عرق
ہے بہم جلوہ شام شفق

روح حاسد ہے جو منظور ظفرؔ
پڑھو قل اعوذ برب الفلق

نہیں ہے درد مجھے دکھ سوا فراق
بہائے چشم جو دریا بھی رہ تو بجھ نہ سکے
تیرے فراق زدوں کی سزا ہے ماحشر
فراق مجھ کو ستاتا ہے ہاں فراق کہیں
وصال بھی جو میسر ہوا تو خوش نہ ہوا
کیا خدا نے جہان آفریں نے یہ پیدا
ڈرا نہ روز قیامت سے تو مجھے واعظ
منے سے کیا کوئی اس کا ہو محبت کے

طبیب تجھ سے اگر ہو تو کر دوا ئے فراق
جگر میں آگ کسی کے اگر لگائے فراق
عجب نہیں کہ یہ نکلے صدا کہ ہائے فراق
یونہی ستاؤں اگر میرے ہاتھ آئے فراق
ستم فراق کے ڈر سے یہ مبتلائے فراق
فراق میرے لئے اور مجھے برائے فراق
کہ جینے دیکھے ہیں کتنے ہی روز ہائے فراق
نہ جب تلک کہ ہو دل لذت آشنائے فراق

فراق و فرق میں اک حرف کا ہے فرق ظفرؔ
جہاں ہے فرق دلوں میں ہیں جائے فراق

ہے عاشق دل سوز سراپا شجر عشق
ہوتے نہ اگر قاصد اشک اپنی روانہ
نکلے ہے جو یوں داغ بدل خاک سے لالہ
بھڑکانے لگی آتش دوزخ تو عجب کیا
کیا فائدہ اشکوں کو اگر چشم میں روکا
بجلی گرے لے جیح اگر اس بلا سے

پھل جاتا ہے پھولوں سے ہے اسکا ثمر عشق
یاروں کو پہنچتی نہ ہمارے خبر عشق
ہے زیر زمیں کیا کوئی تفتہ جگر عشق
دکھلائے شرارت اگر اپنی شرر عشق
ہے زردی رخسار سے ظاہر اثر عشق
لیکن نہ بچے دا یکسو کی نظر عشق

ہو گرچہ دماغ اسکا فلک پر تو بجا ہے
جو آپ کو سمجھے ہے ظفرؔ خاک در عشق

ردیف کاف

[illegible]

جوش محبت اگر پہنچے عرش تک
تو ہو سکے نہ دعوی عشق کا پہنچے اگر جگر
اس عاشق ستم زدہ کے نالے ہوں فلک تک
احسان سے کرے اگر نفس کی نسیم صبح
اک برگ گل جو لائے چمن سے قفس تک
عمر عزیز میرا نالہ درد تجھے یاد ہے ظفرؔ
خاموش ہیں ... برس تک

کیا تجھ سے حسن میں ہو کوئی اے صنم شریک
پیدا ہوا نہ تیرا خدا کی قسم شریک
اپنا ہوا نہ عشق میں کوئی شریک حال
صد آفریں انہیں کہ رہے رنج و غم شریک
انداز و ناز و غمزہ و آن و ادا تیرے
کرتے ہیں قتل مجھ کو یہ ہو کر بہم شریک
کرتا ستم جو روز فلک ہے نئے نئے
کیا جانے کون اسکا ہوا ہے ستم شریک
عاشق ہوئے جو حضرت دل ہر کسو پہ تم
اس بات میں نہ آپ کے ہوئینگے ہم شریک
اس ذات لاشریک کے قرباں ہے ظفر
جسکا کہ منعدم ہے اسی کی قسم شریک

روزن سینہ گرچہ ہیں تا بہ گلو الگ الگ
دست جنوں ابھی مرا ہو چکا نہیں
ہائے جیب تک
ہو گئے خود بخود جدا تار رفو الگ الگ
گل جو چمن میں ہیں ہزار دیکھ
ظفر ہائے کیا بہار

۳۸

ردیف گاف

آگے تو ہم سے اسقدر تھا نہ کبھو الگ الگ
اب ہوئی ہے ایسی کیا خطہ تھا ہے تو الگ الگ
آج ہے کیا کہ ساقیا بزم میں ہیں دہرے ہوئے
شیشہ و خم جدا جدا جام و سبو الگ الگ
ڈر ہے کہ بوسہ نہ لے لے مُنہ کو بھڑا کے منہ سے یہ
مجھ سے بہے سہے وہ مرا آئینہ رو الگ الگ
چشم سے ہر مژہ پہ یوں جلوہ نما ہیں اشک خوں
جیسے چراغ رکھدئے ہوں لب جو الگ الگ
نے میں یہ ہے طلسم کیا نکلے ہے ایک صدا

سب کا ہے رنگ جدا جدا سبکی
ہے بو الگ الگ
ویکھ
دلبا ہائے ستم
ناز سے جب ہے دل الگ الگ
ہے جسم و دل الگ الگ
لب ہمہ الگ الگ

رکھتے ہیں غمزدہ تیرے اپنے بقدر حوصلہ
رنج و تعب جدا جدا درد و الم الگ الگ

شرح فراق کا اثر دیکھ کے خط میں نامہ بر
کرتا قلم ہے یک قلم حرف رقم الگ الگ

ہم سے لگاؤ آپ نے رکھا جو ظاہرا تو کیا
کرتے ہو روز غیروں سے قول و قسم الگ الگ

ہائے غضب کہ جتنا میں اس سے زیادہ لگ چلوں
اتنا ہی مجھ سے وہ رہے میرا صنم الگ الگ

جو کہ حرم میں ہے وہی دیر میں بھی ہے جلوہ گر
کیا ہوا گر ہیں ظاہرا دیر و حرم الگ الگ

یوں تو ستم شعار ہیں جو ہیں جہاں میں خوبرو
پر ہیں ظفر ہر ایک کی طرز و ستم الگ الگ

ردیف لام

یہ ممکن کیا جو تجھ سے ہو بہم گل
تو آئے گل بھی نظروں میں صنم گل

میرے دامن پہ اشک غم کی تو نے
کھلائے خوب ہیں اے چشم نم گل

نسیم باد سے گلشن میں گل کا
بجھے ہے کب چراغ صبحدم گل کا

شرہ سے اشک گرتے یوں ہیں سوچا
عجب جما ہے سے ہے نرگس بکلم گل

چمن میں گل نمط چہرہ تیرا دیکھ
تصدق ہوتے ہیں ہر ہر قدم گل

جو روئے اشک غم سو بیٹھکر ہم
ہو لیکدست یہ فرش گلم گل

ظفر گلزار کیا لکھے غزل ہے
عجب گلشن ہے تو سب ہیں ستم گل

الٰہی کون میرا لیگیا بغل سے دل
میری بغل میں جو بیکل نہیں ہے کل دل

نہ ساتھ اپنے ہو جبتک وہ چاند کا ٹکڑا
نہ چاندنی ہی میں ہے خوش نہ چاندنی محل سے دل

ہوا اسیل جو تیغ و سینہ چاک حسرت [illegible]
[illegible] محبت میں ہیں [illegible] دل
[illegible]
[illegible] عمل سے دل
[illegible] نہیں ناوک عمل لیکن
[illegible] عمل سے دل
[illegible]

٣٩

ہر تک شعلہ آتش ہوا ازل سے دل
ہو قیس سا کہ بیاباں میں جی لگے بیار
ہو کوہکن سا کہ پیسے پہاڑ جبل سے دل
جلے ہے شمع کی مانند سوز ہجراں میں
شب وصال کے وہ یاد کر کے جلتے دل
ہیں ہزار وہ عجز و نیاز سے لیکن
ظفر سے اس کا مرام دم دخل سے دل

نہیں ہوتا کسی سے میرا علاج | یہاں اتنے طبیب رہتے ہیں
فوج حسرت میں میرے نالہ و آہ | بس یہی دو نقیب رہتے ہیں
دشت غربت میں رہتے ہیں جو لوگ | وہی ہیں جو غریب رہتے ہیں
ہم کسی گل کے عشق میں نالاں | روش عندلیب رہتے ہیں
میرے انکے معاملے باہم | کیا کہوں کچھ عجیب رہتے ہیں

ہو وہ تنہا تو کچھ کہوں میں ظفر
ساتھ ان کے رقیب رہتے ہیں

دیگر

واقعی بات کی مشکل ہے سمائی دل میں
لب پہ آئی رہی جسوقت کہ آئی دل میں
ساتھ ہر نالہ دل کے ہے نکلتا شعلہ
کیا بلا عشق نے ہے آگ لگائی دل میں
دل میں آئی ترے منہ سے برا کہہ مجھکو
پر نہ رکھ میری طرف سے تو برائی دل میں
نالہ و آہ سبک سر ہو گئے دونوں غماز
تیری ہی الفت میں نہ گئی مجھ سے چھپائی دل میں
ہم پھنسے دام محبت میں تڑپ کر آخر
رہ گئی اپنی تمنائے رہائی دل میں
کانپ اٹھے دیکھ کے خورشید قیامت بھی جسے
وہ قیامت ہے ترا داغ جدائی دل میں
کعبہ و دیر میں ہم ڈھونڈتے پھرتے ہیں جسے
کر رہا ہے وہ ظفر جلوہ نمائی دل میں

دیگر

ہمدم جانی بجز غم دوسرا کوئی نہیں
اور دل سوزاں آہ سوزاں [illegible] کوئی نہیں
نالہ و آہ اور [illegible]
بس کام کے [illegible]
جب پہنچتا تا بگوش دلربا کوئی نہیں

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ردیف ہائے ہوز

پیدا ترے اشکوں کے ہے قطرات میں سب کچھ
حاصل ہے ہر اک دانے سے برسات میں سب کچھ

دیکھے دل و دیں کیوں نہ تجھے اے بت کافر
جلوہ ہے خدائے کا ترے گات میں سب کچھ

زلف اسکی دکھادے مجھے اے خضر تصور
کہتے ہیں کہ ہیں پردۂ ظلمات میں سب کچھ

حاصل نہیں کچھ مزرع دنیا سے کسی کو
ہے کشور دل کے مرے دیہات میں سب کچھ

نقد دل و دیں کیوں نہ کروں پیشکش اب میں
لازم ہے کہ اسکی مدارات میں ہو سب کچھ

انداز و ادا سے نہیں کچھ اور کے مطلب
ہوتا ہے ادا تیرے اشارات میں سب کچھ

بوسہ جو طلب اس سے کیا میں نے تو بولا
موجود ہے بس اپنی ملاقات میں سب کچھ

سائل سے کبھی آج تلک منہ نہیں موڑا
حاصل ہے ہر اک کو مری خیرات میں سب کچھ

بیتابی و زاری کی شکایت ہے عبث اب
ہوتا ہے ظفر عشق کے حالات میں سب کچھ

دیگر

منہ کھلا مجھکو ہانی کھینچکر اوراق میں غنچہ
نہیں خوب اس دہن سے دیدۂ مشتاق میں غنچہ

ہنسا جو دیکھ کر وہ غنچۂ لب مجھ کو محبت سے

ہے اپنا شگفتہ گلشن اشفاق
میں غنچہ

۱۴۶

گلابی کی جگہ ہے مسکرانے کے
طاق میں غنچہ
کھوں کیا تیرا رنگ فندق پارے
یہیں تو غنچہ بسا گلشن آفاق
تیرا پیکان ہے اے ناوک افگن عزت
خون میں

یہ لایا رنگ کیا باغ دل عشاق میں غنچہ
نہیں کھلتا ظفر عقدہ ہمیں اسکی خموشی کا
خدا جانے کہ اتنا کیوں ہے استغراق میں غنچہ

دیگر

کہاں نگہ پہ ہوئے کار تنگ پیوستہ
یہ تیغ وہ نہیں ہمیں ہو رنگ پیوستہ

اگرچہ صورت سوہان ہے نالہ اے قمری
گلے میں تیرے ہے پر طوق تنگ پیوستہ

نہیں وہ آئینہ میں کا کہ گہر کا عکس
ہوا ہے بحر کی تہ میں نہنگ پیوستہ

سر اپنا ہجر میں دیوار سے جو ٹکرا دوں
جدا جدا ہوں رہیں خشت و سنگ پیوستہ

ہم ہوں سامنے وہ واہ تو تماشہ ہو
بھویں دکھائے جو وہ شوخ شنگ پیوستہ

تو اب تو ہاتھ اٹھا قتل سے کہ قبضہ تیغ
ہوا ہے ہاتھ میں ایسا نہ جنگ پیوستہ

بدن سے مرد دلاور کے حلقہ ہائے زرہ
رہیں ہیں صورت داغ پلنگ پیوستہ

وہ کب نکلتا ہے جب تک نہ دم نکلے
جگر میں ایسا ہی تیرا خدنگ پیوستہ

ظفر سمجھ نہ اسے زلف روئے جاناں پر
یہ ہے فرنگ سے سرحد زنگ پیوستہ

خال کے دانے سے دیکھ اس سیب غبغب میں گرہ
جتنے سیب خلد ہیں ہوں تخم سے سب میں گرہ
زلف کے حلقے میں وہ تابندہ اختر دیکھنا
قرص مہ سے کیا لگے ہے دامن شب میں گرہ
دل کے واشد سے یہ کھلتا ہے کہ شاید دل کی جا
غنچہ ساں پیدا ہوئے انسان کی قالب میں گرہ
دل گرفتوں کے بگولا خاک کا اے شہسوار
ڈال کر لنگر لگائے پائے کوکب میں گرہ
عکس چشم مست ساقی سے ہے کیا نسبت اسے

پڑ گئی ہے بری زباں پر حرف مطلب میں گرہ
رکھتے ہیں رشتہ محبت کا ظفر جو دل میں صاف
دانہ تسبیح بھی ہے ایک مذہب میں گرہ

پڑے ہیں خاک پہ اتنے ہمارے گوہر اشک
کہ مثل چرخ پہ انجم زمین کا ہے نقشہ

گلی کو دیکھ کے اُس حور وش کے آجاتا
ہمارے خیال میں خلد بریں کا ہے نقشہ

لبوں تک آئی ہے لے لیکے دم ہر اک جگہ
یہ ضعف سے مری جان حزیں کا ہے نقشہ

عیاں ہے خواب میں پنہاں ہے وقت بیداری
ظفر عجب ترے پردہ نشیں کا ہے نقشہ

دیگر

یار اغیار میں کیا آج بہم ایک جگہ
دونوں ہیں میرے لئے شادی و غم ایک جگہ

کعبہ و دیر میں کیا مسجد و بتخانہ میں
سب جگہ ہے نہیں میرا وہ صنم ایک جگہ

ہم کو پہنچایا تصور نے ہماری واں تک
ورنہ تھے بیٹھ رہے ضعف سے ہم ایک جگہ

حرف شکوہ جور کاوٹ کا تمہارے آیا
رک گیا صفحۂ کاغذ پہ قلم ایک جگہ

مر گیا پھوڑ کے سر عاشق سرباز ترا
تھا ابھی ذکر تری سر کی قسم ایک جگہ

مہرباں غیر پہ ہو ہم پہ غضب تم یہ کیا
ہو کرم ایک جگہ اور ستم ایک جگہ

پھرتا آوارہ ہوں پیچھے کسی ہرجائی کے
ٹھہرے کس طرح ظفر میرا قدم ایک جگہ

دیگر

قلم سے نال نہ نوک قلم نکال کے لکھ
جگر سے نالۂ دلدوز دمبدم نکال کے لکھ

جواب نامہ ہمارا ہمارے قاصد پہ
نہ آنکھیں غصے سے اے بے ستم نکال کے لکھ

لگائی دل کو ہی جو اٹھاری جان سے ہاتھ
کفن پہ میرے یہ تو میرا دم نکال کے لکھ

کبھی تو رقعہ طلب میں مرے خدا کیلئے
کوئی ملاپ کا رستہ صنم نکال کے لکھ

لکھے ہے کون کہ خط اسکو تو نہ لکھ اے دل
پر اپنا حد سے نہ باہر قدم نکال کے لکھ

طبیب میرے لئے بھی کتابیں سے تو
کوئی تو نسخۂ آزار غم نکال کے لکھ

پڑھے ہے وہ دلبر نوخط ظفر خوشی سے خط
کچھ ایسی تو نئے طرز رقم نکال کے لکھ

[illegible] دیکھو ذرا آ لگیا رہا ہے
[illegible] جا چکا رہا ہے
یہ حال [illegible] زلفوں [illegible]
[illegible] جوہری [illegible] رہا ہے
ہو جاوے [illegible] کسی کا صید
میں جانوں [illegible] شکار رہا ہے
میرا دل [illegible] جفا
قسمت [illegible] امیدوار رہا ہے
[illegible] اٹھا تو اے دل امیدوار [illegible]

دیکھے جو ترے ہاتھ میں شمشیر آبدار
دھو بیٹھا زندگی سے ترا جاں نثار ہاتھ
ہاتھوں سے غم کے اپنے پہ پیٹا میرا حال
[illegible] مجھ کو دیکھنے سے [illegible] ہاتھ
صورت گر ازل نے جو کھینچی تری شبیہ
آپ ہی اسکے چوم لئے اپنے نگار ہاتھ
سو بار ایک ہاتھ پر اسکا کرم نہیں
دیتے ہیں لے دو جو ظفر ہیں ہزار ہاتھ

دیکھ آ کے آئینہ رو اپنا دکھا مت نقشہ
ہم کو دکھلائیگی کچھ اور ہی حیرت نقشہ

ماہ کنعاں ترا ہمشکل ہو کس کس بات سے
نہ یہ صورت نہ یہ ادا کان ملاحت نقشہ

گر یہی تیری درازی ہے تو پھر صبح ملک
دیکھے اپنا ہو کیا اسے شب فرقت نقشہ

دیکھ کر نقشہ ترا کہتے ہیں نقاش ظفر
یہ کھینچے کس سے بجز خامہ قدرت نقشہ

نہ کہہ ہر ایک سے تو وہ کلام بیہودہ
کہ جس سے ہو تیرا مشہور نام بیہودہ

نصیب ہوگا نہ ہرگز وہ بوسۂ رخ و زلف
یہ ہے خیال ہیں صبح و شام بیہودہ

تیرے شہید محبت کی نعش پر قاتل
ہوا ہے خلق کا کیوں اژدہام بیہودہ

جو اشک خوں نہ ہو بیفائدہ ہے دیدۂ دل
بغیر بادہ ہے بنیاد جام بیہودہ

تیرے خرام کے آگے غرور فتنۂ حشر
ہے ایک لاف ہے ای خوش خرام بیہودہ

جو دل میں آئے سو فرماؤ مجھکو حضرت عشق
کریگا عرض نہ کچھ یہ غلام بیہودہ

نہیں دہن میں ہے تیرے غنچہ لب کی جا تنگی
کلام کرتا ہے یہاں لاکلام بیہودہ

نہ کچھ ہے گریہ سے حاصل نہ آہ و زاری کو
ہمارے عشق میں ہیں دونوں کام بیہودہ

جو ذکر کیجئے کچھ اے ظفر تو ذکر خدا
بغیر اسکے ہیں باتیں تمام بیہودہ

نشہ میں کسنے اتارا تھا طاق سے شیشہ
کہ گر کے ہاتھ سے ٹوٹا تراق سے شیشہ

ہمیں تو جام ہی پر تھا لٹا رہا ساقی
ہوا نصیب کبھی اتفاق سے شیشہ

بہت و تو نہیں جو ہوتی ہے یہ بزم وصل نصیب
ملے ہے جام سو کیا اشتیاق سے شیشہ

نہ زنگ سے طلب شربت محبت کی
بھرا ہوا ہے یہ زہر نفاق سے شیشہ

اگر اشارہ ہو کچھ تیرے مست ساقی کا
تو آئے بزم میں اک طمطراق سے شیشہ

جو تیرے کبھی لب سے تیرے طرز خندہ کھیں
بنے نہ بزم میں خالی مذاق سے شیشہ

ظفر ستم ہے کہ وہ شوخ سنگدل توڑے
ہمارے دل کا یہ سنگ فراق سے شیشہ

پڑے ہے تجھ پہ تیری زلف دوتا کا سایہ
نہ ہے نام کو دان اور بلا کا سایہ
کیا عجب شاخ کو گر لگا و زمین کے اوپر
اس گرا بنا رخ [illegible] عنا کا سایہ
اس سے پیدا ہوئی اور رنگ ہو پا [illegible]
پڑے ہے جس خاک پہ اس [illegible]
بیٹھا آرام کو اس باغ جہاں میں ساقی
خوب مستوں سے ترے [illegible] کا سایہ

[illegible]

کوئی ایسا نہیں دنیا میں خدا کا بندہ
کہ نہیں اس صنم ہوش ربا کا بندہ

کیونکہ پھر قید ہو کچھ مہر وفا کی اسکو
کہ وہ کچھ مہر نہیں مہر و وفا کا بندہ

اللہ اللہ رے تیری شرم و حیا کا عالم
ایسا دیکھا ہے نہیں شرم و حیا کا بندہ

ہوا ترا شربت دیدار میسر جس کو
دسعہ میں ہو نہ ہو محتاج دوا بندہ

سرخرو حشر کو ہوگا وہی سب بندوں میں
جو شہید اسکی ہوا تیغ جفا کا بندہ

تو جو ہے بندۂ حق بیٹھ خدا کے در پر
دربدر بنکے نہ پھر حرص و ہوا کا بندہ

خواہ ہو گبر کوئی خواہ مسلمان لیکن
یا نہیں کون تیرے آن و ادا کا بندہ

اے ظفر جیسے میں اس بت کا بنا ہوں بندہ
دیکھا ہے مجھے ہر ایک خدا کا بندہ

ردیف یائے تحتانی

پر اشک مژہ یاں ہے آہ دل سوزاں ہے
یہ سرو چراغاں ہے وہ شمع شبستاں ہے

خال اسکے رخ پر ہے جلوہ کناں دیکھو
یہ انجم انور ہے اور وہ مہ تاباں ہے

تیرے نگہ و مژگاں کیونکہ نہ ہوں اب قاتل
یہ ناوک پراں ہے وہ خنجر براں ہے

کب خال زنخداں میں اب اسکے چمکتا ہے
یہ یوسف مصری ہے اور وہ مہ کنعاں ہے

لخت دل و اشک اپنی آنکھوں سے رواں ہیں
یہ لعل بدخشاں ہے وہ گوہر غلطاں ہے

کیا کہئے دلا کیا ہے اس کا دہن و قامت
یہ غنچۂ شگفتہ ہے وہ سرو گلستاں ہے

زلف و رخ جاناں کی مت پوچھ ظفر حالت
یہ ابر بہاراں ہے وہ برق درخشاں ہے

اسے لاؤں میں نہ ہوں چشم تر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے
جو وہ آوے میں نہ کروں نظر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے

کبھی دل یہ چاہے ہے بوسہ لوں کبھی جی میں ہے کہ گلے لگوں
وہے کیا کروں بت لب شکر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے

تیری ہر جفا پہ صابر ہوں جفا پہ راضی
دیکھ تو میں بھی ہوں کیا صبر و رضا کا بندہ

دیگر

دے جام گل میں بھر کے صہبائے ناب ساقی
آنکھوں میں محو کر دیں ہم آفتاب ساقی

اس ابر میں خوش آوے کیونکر نہ سیر دریا
کیفیتوں سے پر ہے جام حباب ساقی

لخت دل برشتہ تر گاں پہ یہ نہیں ہے
لایا ہوں تیرے خاطر جام شراب ساقی

ابرو کا تیری جلوہ دیکھا ہے شاید اسنے
جو ماہ نو ہے شب کو پا در رکاب ساقی

سنبل ہے کیا پریشاں ہو دیکھ زلف تیری
روح نسیم کو بھی ہے پیچ و تاب ساقی

ساغر کشی ہمارے مت پوچھ تو کہ تجھ بن
پیتے ہیں خون دل ہم جائے شراب ساقی

اس ابر اس ہوا میں دل کو گھٹا نہ میرے
پیک صبا یہ کہنا اب آشتاب ساقی

جو زلف و رخ کو تیرے دیکھے ہی یہ کہے ہے
کیا جلوہ گر ہیں باہم برق و سحاب ساقی

تجھ بن ٹپک رہا ہے تجھ بن یہ سر گوشہ
ساغر ہی ہے نہ تنہا چشم پر آب ساقی

ساغر کشی ظفر ہیں اس دور میں کروں کیا
شیشے پڑے ہیں خالی ہے مست خواب ساقی

اے غنچہ دہن ہے تو سرو گلستاں ہے
دل کیونکہ شگفتہ ہو تو بھی گل خنداں ہے

وا سوز سے اک عالم روشن ہے تجھ سے
پروانہ میں تیرا ہوں تو شمع شبستاں ہے

شعلے سے بن مژگاں میں یہ لخت جگر لپٹے
[illegible] کیا سیر چراغاں ہے

کیا پانکی سرخی ہے لب پہ تیرے اے کافر
دیکھے سے [illegible] بدخشاں ہے

اس آبلہ پا کی دولت سے یارو
[illegible] نیلاں ہے

کیا اسکے چمکتے ہیں دندان بھی آلودہ
[illegible] نمایاں ہے

جانا [illegible]
تو ہے میرا سامان ہے اور تو ہی سر و ساماں ہے

دیکھ [illegible]
[illegible] آہ دل سوزاں ہے

[illegible] خوبی
[illegible] ظفر [illegible] گریباں ہے

[illegible] عشق [illegible]
[illegible] نہیں [illegible] دیکھ [illegible]

[illegible]
[illegible] گلے میں [illegible]

عکس خط آئینے میں نیرا نہیں حضرت خضر — درمیان آنکے شاید ہیں کھڑے پانیکے

روکے مژگاں سے کہا جوشش و نور گریہ — یعنی خس منہ پہ بھلا کیونکہ اڑے پانیکے

ہیں کہاں بحر میں ہر دم سرگرداب حباب — ہیں پڑے پاؤں میں ہاہی کی کڑی پانیکے

تو وہ اب شیر زباں بحر سخن میں ہے ظفر
خبر تیرے کون چڑھے ہے منہ پہ پڑے پانے کے

جوشش گریہ سے نہ کچھ دیدہ تر بیٹھ گئے — ہے یہ طوفاں کئی ہمسائونکے گھر بیٹھ گئے

دیکھنا ہم نہیں اٹھنے کے میاں حشر تلک — جس گھڑی در پہ ترے کھول کمر بیٹھ گئے

کیا ندامت ہو خفا یاد دل پر داغ جو ہم — تیرے پہلو میں وہ رشک قمر بیٹھ گئے

وقت وحشت کو کرد نگاہ میں سرگذشت — آبلے پاؤنکے یہ مرے اگر بیٹھ گئے

کیا کریں صاحب فن یار و تیاؤ مجکو — قدرداں اٹھ گئے سب اہل ہنر بیٹھ گئے

تیرتے آتی نہیں آب جو نظر دیدہ تر — آہ اشکوں میں کہیں لخت جگر بیٹھ گئے

چھوڑتا جان سے کب تیر نگہ وہ ہم کو — دور سے ہم بھی اسے دیکھ کے پر بیٹھ گئے

منزل عشق بہت دور ہے اللہ اللہ
ایک ہی گام میں تم تھک کے ظفر بیٹھ گئے

یاد آتی ہے اس آئینہ رو کی کمر مجھے — کس طرح سے نہ ہووے عدم کا سفر مجھے

کس گلبدن کی یاد سے لیتی ہے جو رات — آیا نہ خواب مسند کم خواب پر مجھے

نرگس ہیں تیرے چشم ہوں بستان دہر میں — تیری طرح نہیں ہوس سیم و زر مجھے

کچھ ہوش میں ہی آنے دے مجکو خدا کیلئے — اے بیخودی چلی ہے تو لیکر کدہر مجھے

مرتا ہوں دے تو بوسہ لب کچھ نبات پوچھ — بھاتا نہیں ہے شربت قند و شکر مجھے

روز وفات کا تو خطر کچھ نہیں مجھے — اے ہمنشیں ہے پر شب ہجر انکا ڈر مجھے

دریا کا پاٹ تختہ دامن تو بن گیا — اور اس سے کیا دکھائینگے اے چشم تر مجھے

چاک قفس سے دیکھ رہا ہوں بہار چمن — صیاد سے نہیں ہے بال و پر مجھے

جلوہ اسی کا دیر و حرم میں ہے اے ظفر — آتا نہیں ہے اسکے سوا کچھ نظر مجھے

گرچہ پروانہ ہو رات کو دلسوزی سے	شمع محفل کے نہ پروانگی گدازی بدلے

لکھ یہ تبدیل قوافی غزل اک اور ظفر
ہمنے سلک در مضمون کی در واز سے بدلے

کہوں کیا حال چشم ودل شکایت اس میں دو کی ہے
بیان عشق ہے مشکل شکایت اس میں دو کی ہے

جگر اور دل کی کیا پوچھے ہے بس یہ ذکر جانے دے
کہوں کیا خاک اے غافل شکایت اس میں دو کی ہے

الم اور غم سے جو گذرے جگر پر منہ نہ کھلواؤ
نہ پوچھو آہ کیا حاصل شکایت اس میں دو کی ہے

حقیقت ابرو و مژگان کی اپنی پوچھ مت ہر دم
نہیں لکھنے کے یہ قابل شکایت اس میں دو کی ہے

دکھایا اور سنوایا جو کچھ ہے دیدہ و دل نے
ظفر کس سے کہوں شامل شکایت اسمیں دو کی ہے

ہو رہا ہے نشہ جام مئے گلگون تجھے
شیشۂ دل ہے بہت نازک وہ کیونکر دوں تجھے

پوچھتا ہے کون شہر عشق میں مجنوں ہے
اک دیا تقدیر نے ہے گوشۂ ہاموں تجھے

خاک میں مل جائیگا اے سرو گلشن تو ابھی
گر دیکھا دیوے ذرہ وہ قامت موزوں تجھے

ایک عالم تھا ترا مایل وے اے سادہ رو
آئینہ نے کر رکھا ہے اپنا آپ مفتوں تجھے

میں خفا ہوں تو بلا سے تو خوشی رہ جان من
ورنہ مر جاؤنگا دیکھونگا اگر محزوں مجھے

چشم دریا بار سے روکش تو ہوتا ہے مرے
میں دکھاؤنگا تماشا پل میں اے جیحوں تجھے

جب سے ہے اسکی کمر کا اے ظفر تجھکو خیال
سوجھے ہیں باریک کیا کیا تب سے یہ مضموں تجھے

دیگر

لخت دل اور اشک کو کیونکر کہوں یکساں ہے
وہ دُر غلطاں ہے تو یہ ہمسر مرجان ہے

یار کا کل زلف سنبل رخ ہے رشک یاسمن
سرو قد ہے غنچہ لب ہے خود گل خنداں ہے

چشم رخ کو دیکھ کر تیرے سدا اے سادہ رو
دنگ ہے نرگس یہاں اور آئینہ حیران ہے

ابر میں رخشندہ کب ہے برق اے پیر فلک
وہ ہمارا دود دل یہ نالۂ سوزان ہے

دیکھ کر خال زنخدان کیوں نہووے ڈانواں ڈول
چاہ کنعان وہ ہے اور یہ یوسف کنعان ہے

ہاتف غیبی سے کل آئی ندا مجھ کو ظفر
فکر میں تاریخ کے رہتا ہے کیوں حیران ہے

ہوتی ہوتی چشم سے آج اشکباری رہگئی
آتے آتے اسطرف اسکے سواری رہگئی
ہمکو خطرہ تھا کہ لوگوں میں تماشا ہو گیا
شکر ہے شک سے ہو گئے اڑ جائیگا سب گلہ

آبرو باری تری ابر بہاری رہ گئی
دلکی دلمیں آرزوئے جان نثاری رہگئی
بات خط آئینے تیرے سے بہار کے رہگئی
دلمیں بعد از مرگ کچھ اگر بیقراری رہگئی

خاکساری خاک کی گر خاکساری رہگئی
اور کوئی دم کی ہے یہ جان ہماری رہگئی
اختیار اپنا کیا ہے اختیاری رہگئی
دور پہنچے سو قدم پرہیزگاری رہ گئی
[illegible]

جوش گریہ نے مرے کھینچا یہاں تک باج
بحر و بر خالی نہیں گردش دوران سے دیکھ لو
آتش دل سے ڈرا میرے سمندر اسقدر
دیکھکر تیرے لب و دندان کھاری شرم کے
میرے آہ و اشک سے چرخ زمین کا ہے یہ حال
عشق میں سنگدل کے اسقدر رویا ہوں میں
آئینہ میں اسکی روئے آتشیں کو دیکھنا

گنبد نیلی برنگ نیلوفر پانی میں ہے
ہے جو خشکی میں بگولا تو بھنور پانی میں ہے
چاہتا مانند ماہی اپنا گھر پانی میں ہے
لعل پتھر میں چھپا جا کر گہر پانی میں ہے
وہ ادھر آتش میں ہے اور یہ ادھر پانی میں ہے
کوہ بھی اشکوں سے میرے تا کمر پانی میں ہے
کیا تماشا ہے کہ آتش جلوہ گر پانی میں ہے

سینہ میں صافی دلوں کی کب ہے تاب حسن دوست
عکس خورشید درخشاں اے ظفر پانی میں ہے

عشق میں کیا ہم ہی اے تقدیر سیدھے ہو گئے
کتنے اس قالب میں ٹیڑھے تیر سیدھے ہو گئے

آتش سودائے میرے کر دیا آہن کو موم
گھل کے میرے حلقۂ زنجیر سیدھے ہو گئے

تو ہوا ہم سے نہ سیدھا اور دست شانہ سے
بال بل کھائے تیری تصویر سیدھے ہو گئے

کج ادائی سے تیرے قاتل تعجب ہے مجھے
تن پہ میرے کیوں خط شمشیر سیدھے ہو گئے

چرخ ٹیڑھا ہی رہا اور سینکڑوں بانکے جوان
ٹیڑھے ہو کر زیر چرخ پیر سیدھے ہو گئے

راستی پر کس کے قامت کے ہوا جو بعد مرگ
دست پائے عاشق دلگیر سیدھے ہو گئے

سرنوشت اپنی نہ پلٹی اور خط معکوس کے
حرف جو الٹے ہوئے تحریر سیدھے ہو گئے

[illegible]

۵۷

ظاہر میں بھی ظہور کے مظہر
جلوے ہیں اس کے اندر
ہاں زخم میرے دل پہ بھونکر
روز امتحاں وہ کرتے ہیں

صیاد یہ اسیر نہ تڑپیں تو کیا کریں
ہیں دام میں پھنسے ابھی آکر نئے نئے

ناز و ادا و غمزہ تو ہیں شیوہ قدیم
اندازوں کے اور ہیں اکثر نئے نئے

جتنے کہ یہ پورانے پورانے ہیں مفتری
ہیں اُنکے واسطے بھی یہاں گھر نئے نئے

دل ٹوٹے حسیبہ کا الٰہی کہ اُس نے آج
کیا بیت کدہ میں توڑے ہیں ساغر نئے نئے

آغاز خط سے کیا ہے نکالے ہیں دیکھنا
طوطی باغ حُسن نے یہ پر نئے نئے

کل ٹکڑے ٹکڑے خط کو کیا نامہ بر کو آج
کرتے ہے روز گل یہ ستمگر نئے نئے

اک داغ دل کا کہنہ ہوا یہ تو پھر ابھر سے
پیدا ہزار داغ جگر پر نئے نئے

اک دل ہے اسکو دیجیئے کس کس کو اے ظفر
آتے نظر ہیں سینکڑوں دلبر نئے نئے

دیگر

ہماسہ کب خط رخسارہ دلبر کے نیچے ہے
لئے بیٹھے کو طوطی اپنے بال و پر کے نیچے ہے

تصور اُسکی مژگاں کا مجھے سونے نہیں دیتا
بچھا دیتا کوئی نشتر مرے بستر کے نیچے ہے

طلب کرتا ہے آب خنجر تیغ قاتل سے
غرض جو سبزہ سنبت اِس گنبد اخضر کے نیچے ہے

۵۸

کبھی شمشیر کے اوپر کبھی خنجر کے نیچے ہے

خیال بالش پہ پرِ رو نیند اڑتی ہے
تری جو آستان کا سنگ میرے سر کے نیچے ہے

ظفر شیریں نگیں دل سے کیا چالاک دیتی ہے
کہ دست کوہ کن تو دب گیا پتھر کے نیچے ہے

دیگر

کس کی ابرو کی سری تصویر آنکھوں میں پھری
میل سرمہ کی جگہ شمشیر آنکھوں میں پھری

اس پری رخسار کے کھولی جو اپنے منہ پر زلف
وحشیوں کی صورت زنجیر آنکھوں میں پھری

خواب میں دیکھا کیا میں قصر جنت رات بھر
اسکی گھر کی جو میرے تعبیر آنکھوں میں پھری

شمع کیا خورشید سے بھی پھر گئی میری نظر
جبکہ اسکی شکل پر تنویر آنکھوں میں پھری

جب پھر آیا وہ شکار افگن کہ تکتے تکتے راہ
پتلی آنکھوں کی تیرے نخچیر آنکھوں میں پھری

سبزہ خط دیکھ کر رخ پر تیرے اے سرو مہر
اک بہار گلشن کشمیر آنکھوں میں پھرے

نالہ دل بے ظفر کے اک سلائی سیل کے
تیرے آخر آسمان بے پیر آنکھوں میں پھرے

دیگر

دل ہی سے پوچھو عشق میں جو دلبر بن گئے
بسمل ہے جانتا ہے جو بسمل پہ بن گئے

[illegible]

۵۹

ناخن پہ رفتہ رفتہ تری سرخی حنا بن گئی
تصویر ماہ نو بدر کامل پہ بن گئی
پوچھتا ہے کس کی باغباں کی طرف
چمن میں جان عنادل پہ بن گئی

ہستی کے باغبان کے ظفر پوچھتا ہے کیا
جو کچھ چمن میں جان عنادل پہ بن گئے

گلشن دل سے جو کچھ چیدہ چیدہ آئینگے
لخت دل با قطرہ خون چکیدہ آئینگے

دلمیں ہے کیا کیا کدورت پردہ منہ پہ کینہ
آئینہ کی طرح ہو کر صاف دیدہ آئینگے

وحشتوں کو اپنے کر رکھ رام گرم کیجئے
ہاتھ تیرے پر نہ آہوئے رمیدہ آئینگے

منت خنجر نہ کھینچینگے ترے بازوئے عشق
مثل ماہی صیدگاہ میں سربریدہ آئینگے

اس چمن میں مثل نرگس آنکھ ہو سکتے نہیں
جب یہاں وہ آئینگے گردن خمیدہ آئینگے

اے ظفر جس دم سے آمد غم دلدار کے
پہلے استقبال کو آنسو کی دیدہ آئینگے

کہاں خلقت عزیز و ذیر چرخ پیر پھرتی ہے
یہ فانوس خیالی ہیں ہر ایک تصویر پھرتی ہے

نہ چرخ آسیا ہوں نے بھنور ہوں نے بگولا ہوں
مجھے تو کیوں لئے اے گردش تقدیر پھرتی ہے

نہ چھوڑا ساتھ مر کر بھی کہ تیرے ساتھ ہی پیچھے
ہر ایک سایہ پہ روح عاشق دلگیر پھرتی ہے

ہوئی ہے جوشش گل سے جوش وحشت اسقدر پیدا
کہ ہر موج پہنے ہوئے زنجیر پھرتی ہے

تمہیں آتا ہے زیر چرخ خواب ای غافلو کیونکر
کہ شب کو کہکشاں کھینچے ہوئے شمشیر پھرتی ہے

وہ رہتے ہیں گلے میں گھونٹ آب زندگانی کے
چھری جب حلق پر قاتل دم تکبیر پھرتی ہے

ظفر کو زن بتصویر تقدیر لے پہونچے
کہ ہر بھٹکی ہوئی سے عقل بے تدبیر پھرتی ہے

کیا کیا پڑے جبیں پہ گرہ شہسوار کے
فتراک سے جو گردن نخچیر کھل پڑی

یہ کہکشاں کہاں ہے نشہ میں غرور کے
بگڑے مگر یہ تیر سے فلک پیر کھل پڑی

اس غنچہ لب کے ہنسنے سے دل میں یہ ری گرہ
تھی گرچہ مثل غنچہ تصویر کھل پڑی

جانا ظفر یہ ہم نے کہ اپنے کھلے نصیب
ہیں کھولے اسکے در کے جو زنجیر کھل پڑی

دیگر

کسی عاشق کا تر اشکوں سے تو آب دیدہ ہے
گل نرگس جو شبنم سے چمن میں آب دیدہ ہے

بجائے بادہ بھر کر خون دل پیتا ہوں آنکھوں سے
یہ دل شیشہ ہے اور جام شراب ناب دیدہ ہے

مرے اشکوں کا دریا کر رہا آتی ہے طغیانی
نظر آتا برنگ حلقہ گرداب دیدہ ہے

نہ آیا ماہ وش اور انتظار اسکا کیا یہاں تک
سفید اپنا ہوا یہاں صورت مہتاب دیدہ ہے

دل بیتاب سے میرے جو ہمسر ہو کے اڑتا ہے
ہوائی ہو گیا کیوں تیرے سیماب دیدہ ہے

نہ پوچھ شوق دیدار اس پری وش کا آنکھوں میں
ہر اک اشک اور ہر ایک قطرہ خوناب دیدہ ہے

سیاہی مردمک کی داغ لالہ سے مشابہ ہے
زبس یہ خون ملا جو لالہ سیراب دیدہ ہے

ہمارا بہت شگ گرہ بھی عجب بات
ہے نہ اک شگفتہ دل سرخاب
سر جہاں آکے
دیدہ اسکی جدائی میں جیاں
ظفر اسکی
دیدہ ہے
رات دن بیتاب دل
سر بیتاب
نخچیر دیدہ ہے

درد دل ... عشق کیا جانے
اپنے درد کو کوئی کیا جانے
زلف تیری ہے وہ بلا کافر
پوچھ مجھ سے تری بلا جانے
بے وفا جانے کیا وفا میری
یاد وفا ہو تو وہ وفا جانے
کر دیا اک نگاہ میں ...
چشم کافر ہے کیا حسن جانے

اگر تجھ میں اور اس میں پردہ حایل ہے تو بس یہ ہے

ہوے صید محبت سب تڑپ کر سرد لیکن دل
وہی گرم تپش اک نیم بسمل ہے تو بس یہ ہے

کنارے گور کے جب عشق میں پہنچے تو یہ جانا
کہ اس دریا سے بے پایاں کا ساحل ہے تو بس یہ ہے

دل انسان نہ کیونکر مسند آرائے محبت ہو
کہ یہ منصب ہے اعلے اسکے قابل ہے تو بس یہ ہے

محبت میں کمال ایسا ظفر پہنچا گئے مجنوں
کہ فن عشق میں استاد کامل ہے تو بس یہ ہے

دیگر

وہ یوں تو ہم سے بزم میں شرمائے جائینگے
پر دل نگاہ گرم سے گرمائے جائیں گے

ہونگے وہ مہرباں بھی کبھی میرے حال پر
یا روز مجھ پہ غصہ ہی فرمائے جائیں گے

برسوں سے کب تک ان سر مژگاں کو دیکھئے
برمیں دل و جگر میں وہ برمائے جائیں گے

دل عاشقوں کے موم ہیں یہ نقش مہر عشق
بیٹھے گا جبکہ آگ سے برمائے جائیں گے

جب تک سرور نشے کا نہ آئے ظفر
ہم اون سے اور ہم سے وہ شرمائے جائیں گے

شعلہ ہے وہی شمع وہی ماہ وہی ہے	خورشید وہی نور سحرگاہ وہی ہے
حور و ملک و دیو پری انس و جن جہاں	سب صورتوں میں ہے دلخواہ وہی ہے
یوسف ہے وہی پیر ہے وہی زلیخا وہی یعقوب	کنعاں ہے وہی مصر ہی چاہ وہی ہے

۶۳

دیگر

[illegible]

اسے یہ چاہ ذقن سے دل تیرا | کوئی ڈوبا ہوا نکلتا ہے
ہے غضب تیر خار دشت جنوں | توڑ کر پشت پا نکلتا ہے
مرگئے ہم زباں سے اس کی | دیکھیں کب مرحبا نکلتا ہے
کیوں ہوا ہو ریا نشیں زاہد | اس میں حرف ریا نکلتا ہے
سیر کی جا ہے کوچۂ ہستی | غیر بھی آشنا نکلتا ہے
خیر ہو دل کی آج آہ کے ساتھ | کچھ دھواں تو بلا نکلتا ہے
کیا طپش ہے کہ شعر بھی دل سے | کچھ تڑپتا ہوا نکلتا ہے
لاش پر میرے منہ سے حالم کے | حسرتا حسرتا نکلتا ہے

زخم دل پر نمک فشانی سے
اے ظفر اک مزا نکلتا ہے

دیگر

شمشیر برہنہ مانگ غضب بالوں کی مہک پردیسی ہے
جوڑی کی کندھاوٹ قہر غضب بالوں کی مہک پردیسی ہے
آنکھیں ہیں کٹورا سی وستم گردن ہے صراحی دار غضب
اور اس شراب سرخی پان رکھتی ہے چھلک پردیسی ہے
ہر بات میں اسکی گرمی ہے ہر ناز میں اسکی شوخی ہے
قامت ہے قیامت چال پری چلنے میں پھڑک پردیسی ہے
گر رنگ بھبو کا آتش ہے اور بینی شعلہ سرکش ہے
تو بجلی سے کوندے ہے پری عارض کی چمک پردیسی ہے
نو خیز کچیں دو غنچے ہیں ہے نرم شکم اک خرمن گل
باریک کمر جوں شاخ گل رکھتی ہے لچک پردیسی ہے
ہے ناف کوئی گرداب بلا اور گلبدن رانیں ہیں صفا
ہے ساق بلوریں شمع ضیا پاؤں کی کفک پردیسی ہے

ہر بات پہ ہم سے وہ جو ظفر الجھا ہے
رکاوٹ مدت سے ہے
اور اسکی چاہت رکھتے نہیں ہم جو
ابتلک پردیسی ہے
بھلائی کرتے برائی ہوتی ہے
منہ سے نکلے برائی ہوتی ہے
دست دریا میں حنا بازو ہوتی ہے
دیکھو اپنا بھلا پانی ہوتی ہے

اسکے دل میں غبار ہے دیکھیں
صفائی ہوتی ہے
وہ نہیں کرنے
خود نمائی ہوتی ہے
جبیں
ادائی ہوتی ہے
وار ہوا ہے
رسوائی ہوتی ہے

اسے ظلف ہے جد سرِ وہ بت پھرتا
اُس طرف سب خدائی ہوتی ہے

دیگر

حنائی پا جو تیرے دیکھ اسے صنم لیتے
تو پائیں باغ میں جھک جھک کے ہم قدم لیتے
اگر وہ نام ہمارا نہ دم بدم لیتے
تو اُن کا کیا یونہیں مطلب سمجھ نہ ہم لیتے
یہ ناتواں ہیں کہ چڑھتا ہے انکا ضعف سے دم
جو سانس بھی ہیں تمہارے مریض غم لیتے
کہاں ہے شانہ صفت اتنی دسترس ہم کو
کہ ہم بلائیں تیری زلف خم نہ خم لیتے
جو رو کا آنکھوں میں اشکوں کو ہم نے اپنے تو کیا
کہ آہ و نالہ تو دل میں نہیں ہیں دم لیتے
نہیں ہیں آپ ہیں کیا جانے انکو کیا لکھ دیں
اسی سے ڈرتے ہیں ہم ہاتھ میں قلم لیتے
وہ دیکھے ساغر دل لیکے ہم نے کیفیت
نہ دیکھتے جو عوض اس کے جام جم لیتے
جو دل کو بیچتے ہیں اپنے جا کے اُن کے ہاتھ
وہ مول اپنے لئے ہیں غم و الم لیتے
کسی نے کچھ تو لگایا ہے میرے طرف سے ظلف
جو بات بات میں ہیں مجھ سے وہ قسم لیتے

صبا کر چراغ چمن گل کرے	تو نظارہ کیا گل کا بلبل کرے
خود ہی پہ تکیہ نہ بالکل کرے	خدا پہ بھی انسان توکل کرے

وہ ہوتو ... کیسے او... نہ ...
تو دل ... بیتا ملی کرے
... اس ... کی ...
... کو ... بیٹھ ... سے ... کرے
... باغ میں ... کرے

65

عشق تو غاصد کیا نکو سے
ہم وہ دل سے غاصد تاول کرے
کردن کو لگایا کا کریں لگا
تو پھر اور بھی وہ تغافل کرے
کیا تنگ وہ صبر و تحمل کرے
ہزار کوس اگر کوئی ایکدم دوڑے

۲-۱۲-۰۲۰

مجال کیا رہ الفت میں دو قدم دوڑے
ہو لیے وصل میں اس گل کے بعد ہو کیا کیا
ہمیشہ ہم روش باد صبحدم دوڑے
ارادہ کیا ہے خدا جانے چرخ پیر کس جانب
تمہارے گھوڑے جو کاغذ کے اے صنم دوڑے
گیا نہ خاک ہوئی پہ بھی جوش وحشت کا
ہمیشہ اڑھ کے بگولے کی طرح ہم دوڑے
مجھے بتا دو مرا کیا گناہ کیا تقصیر
جو مجھ پہ کھینچ کے تم خنجر ستم دوڑے
کروں جو نامہ شوق اس کو میں رقم اپنی
تو خود بخود ہو سیاہی رواں قلم دوڑے
سمجھ نہ اشک کو لڑکا کہ یہ وہ آفت ہے
لگا کے آگ جو پانی کو چشم نم دوڑے
کروں ارادہ گلگشت میں اگر تجھ بن
تو کاٹنے کو مجھے گلشن ارم دوڑے
ظفر لگے نہ لگے ہاتھ کچھ نصیبوں سے
پہ اپنی چھاتی پہ ہاتھ اپنا دمبدم دوڑے

دیگر

آپ کا یار میری طرح کوئی ہو تو سکے
عاشق زار میری طرح کوئی ہو تو سکے
روز اس غمزدہ کے رہتا ہوں غمخوار میں
دل کا غمخوار میری طرح کوئی ہو تو سکے

ہوش ملنے کا تیرے دم بے ہوشی بھی ÷
ایسا ہوشیار مری طرح کوئی ہو تو سکے ÷

مر گیا پہ نہ مسیحا کا ہوا منت کش
تیرا بیمار مرے طرح کوئی ہو تو سکے ÷ ÷

ہیں ظفر گرچہ گہربار ہمیشہ بادل
ایک خونبار مری طرح کوئی ہو تو سکے

دیگر

کر گئی ویراں چمن باد خزاں گل جھاڑ کے
بس قفس میں بیٹھ رہ پر اپنے بلبل جھاڑ کے

خوب جھاڑی آج شیخی ابر گوہر بار کے
اسنے بعد از غسل اپنی زلف کا کل جھاڑ کے

کہہ دو غنچہ سے نہ پھولے مشت زر پر باغ میں
آخرش جانا ہے یہاں سے ہاتھ بالکل جھاڑ کے

خاک سے کشتوں کے اُسکے ایک غل برپا ہوا
آہ وہ محشر خرام اٹھا جو فرغل جھاڑ کے

چشم ہو آئیگی گر تیرے گردن اک پل میں صاف
اپنا گھر پلکوں سے میں اے پر تغافل جھاڑ کے ÷

جھاڑتے کانٹوں کے جس سے لپٹے مجنوں کو تری
وادی وحشت میں پہنچے بے تامل جھاڑ کے ÷

گر لگے دینے دل دامن سے اُسکے اے ظفر
پھینک دیں مانند گرد اہل تغافل جھاڑ کے

دیگر

[illegible]

67

[illegible]

عجب کیا سحر الفت میں مرا نام
ٹھہرتے ہی تو کسکو جو کوئی
تیری درد جدائی سے پھرے ہے

جو سنکر کان ہر یک پکڑے
زمین ہلے گردش افلاک پکڑے
کلیجا عاشق غمناک پکڑے

ظفر کے منہ سے کب نکلے ہے وہ بات
کہ جسکو صاحب ادراک پکڑے

دیگر

بت پرستوں کے سوا یہ بھید پاتا کون ہے
ان بتوں میں جلوہ کیا جانے دکھاتا کون ہے

یہ ہمیں ہیں جو لگا کر دل لگا دیتے ہیں سر
اس طرح دل اُس ستمگر سے لگاتا کون ہے

عشق کے رستے میں جاتے ہیں قدم سبکے اُکھڑ
پاؤں میری طرح سے اپنا جماتا کون ہے

جسکی شامت لائی ہے ہے آئی ہے وہ قسمت زدہ
آپکے یوں پیچ میں زلفوں کے آتا کون ہے

جو کتاب عشق میں ہے یہ پڑی ہے بیت علم
دل تو ہے امی مرا اسکو پڑھاتا کون ہے

جس سے صورت یار کے اپنے میں آجائے نظر
عشق بن یہ شغل آئینہ بتاتا کون ہے

اے ظفر جس طرح تو سر بازجاتا ہے نڈر
اس طرح کوچہ میں اس قاتل کے جاتا کون ہے

دیگر

جو تیری یاد جلوہ قامت میں سو گئے
گو یا وہ عرصہ گاہ قیامت میں سو گئے

٦٩

ہا مجذوب ہو نا حجاب ہیں بھی دیکھے
ہا تیسیں
بخت اپنے اپنی تیری محبت
میں سو گئے
جی ادراک دیکھے تیری چشم
سیاہ مست
شب زندہ دار عین عبادت
میں سو گئے

ہم سوتے زیر خاک نہ آرام سے مگر
جاگے بہت تھے رنج و مصیبت میں سو گئے

جتنے جگائے فتنہ خوابیدہ حرص نے
سب آکے گنج قناعت میں سو گئے

سہلا ہے تلوے پاؤں کے کانٹوں نے اسطرح
مجنوں کے پاؤں وادی وحشت میں سو گئے

خواب عدم سے چوں کے تھے مشتاق ہم ترے
دیکھا نہ تجھکو غور سے حسرت میں سو گئے

کرتے ہیں بعض لوگ جو انکار روز حشر
کیا نالہ کش ترے شب فرقت میں سو گئے

سوئے ہزار فتنے قیامت کے اے ظفر
اہل دل جو نشہ دولت میں سو گئے

ہے خواجہ کی زیارت کا تصور اے ظفر
آ بسی گویا مرے آنکھوں کے تلے اجمیر

دیگر

نہ پوچھو کیا بتاں خود نما کا کارخانہ
[illegible] ضدا کا کارخانہ

دیگر

تہ زلف شب کس کی رہے تا دیر آنکھوں کے تلے
آج سارے دن رہا اندھیر آنکھوں کے تلے

اے تصور میں ترے قربان کر تو اُس یار کو
لائے چاروں طرف سے گھیر آنکھوں کے تلے

لکھنے بیٹھے ہم جو خط اُن کو تو اگر یہ نے دیا
حرف پر مطلب کے پانی پھیر آنکھوں کے تلے

جو تری آنکھوں پہ ظالم ہو گئے ہیں مر کے ڈھیر
زیر غرفہ اُن کا ہوا ڈھیر آنکھوں کے تلے

آگئی جو یاد مجھ کو یاد ابروے پرخشم ترے
پھر گئی اک صورت شمشیر آنکھوں کے تلے

نہیں رہتی ہمیشہ ایک سے رنگت زمانہ کی ؎
کچھ اس کے رنگ میں رنگ حنا کا کارخانہ ہے
امید لطف کیا رکھتا ہے تو اون سے کہ واں بدل
ستم کا کارخانہ ہے جفا کا کارخانہ ہے
بچے غمزۂ قاتل سے کوئی کیونکر جان اپنی
نہیں رکتا کسی سے یہ قضا کا کارخانہ ہے
صفائی دیکھے جو آئینہ بیدیدوں کے دیدے کے
جہاں سے اٹھ گیا بالکل حیا کا کارخانہ ہے
ظفر طالب فقیروں کو کسی کے کیا شکایت ہے
کہ یہاں تو صبر و تسلیم رضا کا کارخانہ ہے

استقدر بیکس صبا میں وہ کہاں
کے ادارہ سے وہ مہر جلے
ساتھ اوس کے چمن سے غنچہ یہاں
لے چلے کیا اس سے چلے
پر نیبر اپنا خالی سے جہاں
اب کا چلے
کیا عجب بطور رواں انتشر

دیگر

ابرو پہ تیرے دیکھ لے نقطے کو خال کے
دیکھا نہ ہو جنہنے پاس تہ اختر ہلال کے
ہر رات ہجر میں مجھے اوس مہ جمال کے
کیا کیا فلک ڈراتے ہے آنکھیں نکال کے
مرے بغل سے شیشۂ دل تم نکال کے
لے تو چلے ہو پیارے رکھنا سنبھال کے
کشتہ ہوں اسکی چشم کا ہیں میری گور پر
ہووے چراغ جام سے چشم غزال کے
کوئی بھی ہمدم اپنا بجز نالہ و فغاں
آیا نہ کام وقت پہ رنج و ملال کے
کھینچا ہے مجھکو شہر سے آخر کو سوی دشت
جوش جنوں نے ہاتھ گریباں میں ڈال کے
اے غنچہ اسکے سامنے اتنا چٹک کے تو
کیا بولتا ہے بول ذرا منہ سنبھال کے

جو دل کہے وہ سچ ہے سوا اسکے اے ظفر
قائل نہ استخارہ کے ہم ہیں نہ فال کے

اور تو چھوڑا ہمیں کا سب یہیں
ایک تیرا داغ ہاں ہم لیکر چلے
دم تو مارا ہمنے تیرے عشق میں
سر پہ آری ہی ہمارے گر چلے
دل ہی قابو میں نہیں جب اے ظفر
ہم وہاں کیسے بھروسے پر چلے

اس جہاں میں آ کے ہم کیا کر چلے
بار عصیاں سر پہ اپنے دھر چلے
توشہ آیا اے مسیحا دم یہاں
ہم اسی حسرت میں آخر مر چلے
اوس گلی میں ہم تو کیا خورشید بھی
ڈر کے مارے کانپتا تھر تھر چلے

ہم نئے ہیں آج اسے صیاد کیا پکڑے گئے
بارہا چھوٹے قفس سے بارہا پکڑے گئے

تیرے کوچہ میں گئے خط جب نہ پکڑے گئے
کچھ مرے یاروں کے دل اے دلربا پکڑے گئے

نکلے مثل نالۂ زنجیر جب زنجیر سے
پھر نہ ہم سودائی زلف دوتا پکڑے گئے

زلف کو چھیڑا صبا نے ہے ہماری کیا خطا
ہم گرفتار بلا ہیں بے خطا پکڑے گئے

تیرے کوچہ سے لئے آخر زرگل اٹھا
بدنام بادی چورا سے باد صبا پکڑے گئے

جیتے جی چھوٹے نہ زنداں محبت سے کبھی
ایسی ساعت سے تمہارے مبتلا پکڑے گئے

کیوں نہیں تھی اے صبا شکر فغاں عندلیب
کان گلشن میں گلوں کے جو سدا پکڑے گئے

کیوں دغا کی تھی جو ایسی بلاؤں میں پھنسے
ہم گئے کو اپنے ہیں اسے بیوفا پکڑے گئے

تھے چوری کوئی زلف یار میں جاتے تھے یہ
حضرت دل او ظفر اچھا ہوا پکڑے گئے

باندھی کمر ہے شہ نے شہادت کیواسطے — اے مجرئی شفاعت امت کیواسطے
سر کا لٹا اس جناب ہدایت مآب کا — بلوا کے گھر ہوئے ہدایت کیواسطے
زین العباد آہ ہوئے دو جہان ہے — در یتیم بھرا امامت کے واسطے
جاتا ہے ہائے دھوپ میں پیاسا پڑا ہوا — کوئی نہیں ہے جائے اقامت کیواسطے
کرتے تھے آپ خنجر شمشیر سے وضو — شمشیر قتل گہ میں عبادت کے واسطے

[illegible]

۷۳

[illegible]

انتخاب شہادت